REGD NO P 67

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

ہفت روزہ

بدر

قادیان

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ
چھ روپے
ششماہی
۵۰-۳ روپے
ممالک غیر ۵۰-۷ ״
فی پرچہ ۱۳ نئے پیسے

جلد ۹	۲۸ صلح ۱۳۳۹ ھش	۲۸ رجب ۱۳۷۹ھ	۲۸ جنوری ۱۹۶۰ء	نمبر ۴

اخبار احمدیہ

قادیان ۲۶ جنوری۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق ربوہ سے کوئی تازہ اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ البتہ ربوہ کے جلسہ سالانہ کے سلسلہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کی طرف سے حضرت زیر اشاعت حسب ذیل دو برقی اطلاعات موصول ہوئیں:۔

ربوہ ۲۲ جنوری۔ جلسہ سالانہ ربوہ خدا کے فضل اور احسان سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی افتتاحی تقریر سے شروع ہو گیا۔ قادیان کے احباب کل دوپہر کو بخیریت ربوہ پہنچ گئے۔

ربوہ ۲۳ جنوری۔ جلسہ کا دوسرا دن بفضلہ تعالیٰ کامیابی سے گزر گیا۔ لیکن حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کمزوری طبع کے باعث تقریر نہ فرما سکے جلسہ کی حاضری خدا تعالیٰ کے فضل سے کافی تھی۔

احباب جماعت اپنے مقدس آقا کی صحت و سلامتی اور درازی عمر کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔ اور یہ بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ربوہ میں منعقدہ جلسہ سالانہ کو اسلام اور احمدیت کے لئے ہر طرح بابرکت کرے۔ اور زیادہ سے زیادہ سعید روحوں کی ہدایت کا موجب بنائے۔ آمین۔

—— محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال تا حال ربوہ ہی میں تشریف فرما ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو خیریت سے رکھے۔ اور بسلامت واپس لائے۔ آمین۔

وادی ربوہ میں شمع احمدیت کے پروانوں کا عظیم الشان سالانہ اجتماع

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پہلے اور تیسرے روز خطاب فرمایا

قادیان ۲۶ جنوری۔ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ربوہ میں جماعت احمدیہ کا اڑسٹھواں سالانہ جلسہ نہایت کامیابی سے تین روز منعقد ہو کر ختم ہو گیا۔ شمع احمدیت کے ہزاروں پروانوں نے وادی ربوہ میں جمع ہو کر اجتماعی دعاؤں اور مجالس ذکر میں حصہ لیا۔ مورخہ ۲۲ جنوری کو تلاوت قرآن کریم کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی افتتاحی تقریر دعا کے ساتھ جلسہ سالانہ کا آغاز ہوا۔ دوسرے روز علالت طبع کے باعث حضور تقریر نہ فرما سکے۔

البتہ تیسرے روز حضور نے جلسہ گاہ میں تشریف لا کر خدام سے خطاب فرمایا اور الوداعی دعا فرما کر احباب کو رخصت فرمایا۔ جلسہ سالانہ کی باقاعدہ مفصل رپورٹ تا حال موصول نہیں ہوئی۔ البتہ مکرم حکیم محمد دین صاحب مبلغ حیدرآباد (دکن) جلسہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے بعد کل یہاں تشریف لائے۔ اور درویشان قادیان کی درخواست پر موصوف نے بعد نماز عشاء مسجد مبارک میں جلسہ سالانہ کے مختصر کوائف اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقاریر کا خلاصہ اپنے الفاظ میں بیان کیا۔

آپ نے بتایا کہ جلسہ سالانہ کے پہلے روز مورخہ ۲۲ جنوری کو سوا دس بجے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی افتتاحی تقریر شروع ہوئی۔ اور قریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ جس میں پہلے تو حضور نے اس بات کا ذکر فرمایا کہ کب سے خدا تعالیٰ ہمیں سالانہ جلسوں کے انعقاد کی توفیق دے رہا ہے۔ اور پھر حضور نے بارہ سال سے جماعت کے دائمی مرکز قادیان سے جدائی کا رقت آمیز پیرایہ میں ذکر فرمایا۔ اور احباب جماعت کو دعاؤں میں لگے رہنے کی تاکید فرمائی۔ اس طرح حضور نے تبلیغ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر موسےٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے بغیر چارہ نہ تھا۔ حضور نے فرمایا کہ یہ تو خود حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ علیہما السلام کی کیفیت ہے۔ اور اس وقت جبکہ موسےٰ اور عیسےٰ کے اتباع ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں بجز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تابعداری سے کیونکر باہر رہ سکتے ہیں لہٰذا احباب جماعت کو تبلیغ کی طرف خاص طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں حضور نے ہندوستان میں تفسیر کبیر کی مقبولیت کا ذکر فرمایا اور تفسیر کبیر کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کرنے کی بھی تلقین فرمائی۔ تا لوگوں کو ہمارے قدر تفسیر القرآن سے اطلاع حاصل ہو۔ اور تبلیغ اسلام کے ذریعہ دنیا کے چپے چپے میں ہم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو لہرائیں۔

پروگرام کے مطابق دوسرے روز کے دوسرے اجلاس میں سب احباب کو حضور کی تشریف آوری کا انتظار رہا لیکن پرائیویٹ سیکرٹری کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ کل کی تقریر کے نتیجہ میں حضور کی طبیعت میں نقاہت پائی جاتی ہے اور کچھ بے چینی بھی ہے۔ اور ڈاکٹروں نے حضور کو آج تقریر نہ کرنے کا مشورہ دیا ہے تا تیسرے اور جلسہ سالانہ کے آخری روز حضور کی تقریر ہو سکے۔ اس اعلان کے بعد جناب شیخ بشیر احمد صاحب صدر اجلاس نے نہایت مؤثر رنگ میں احباب جماعت کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے لئے خصوصی دعا کی تحریک کی۔ چنانچہ اسی وقت حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے ایک لمبی دعا کرائی۔ مکرم حکیم محمد دین صاحب کا کہنا ہے کہ اس وقت احباب جماعت کی رقت کا یہ عالم تھا کہ گویا ذبح کئے ہوئے لوگ آستانہ الوہیت پر تڑپ رہے ہیں۔

(باقی صفحہ ۳)

قادیان میں دسویں یوم جمہوریت کی تقریب

قادیان ۲۶ جنوری۔ دسویں جشن جمہوریت کے سلسلہ میں احاطہ دفتر میونسپل کمیٹی قادیان میں ایک خاص تقریب منائی گئی۔ جس میں کافی تعداد میں مقامی غیر مسلموں کے علاوہ حسب سابق احمدیہ جماعت کے ممبران نے بھی خاص اہتمام کے ساتھ شرکت کی۔ یہ تقریب جناب سردار گوردیال سنگھ صاحب باجوہ پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی قادیان کی صدارت میں منعقد ہوئی اور آپ ہی نے ساڑھے نو بجے جھنڈا لہرانے کی رسم ادا کی۔ اس موقعہ پر مقامی پولیس گارد اور این سی سی کے نوجوانوں نے جھنڈے کو سلامی دی اور قومی ترانہ گایا گیا۔ تقریب کا یہ پروگرام مختلف تقاریر اور ملے جلے قومی گیتوں پر مشتمل تھا۔ اس کے علاوہ دو پارٹیوں نے بھنگڑہ ناچ بھی پیش کیا۔ اچھے گیت سنانے اور بھنگڑہ کا اچھا کرتب دکھانے والوں کی حوصلہ افزائی کے طور پر متعدد حاضرین نے انعامات بھی دیئے۔

تقریری پروگرام میں سب سے پہلے سیٹھ بانکے لال جی صدر منڈل کانگریس قادیان نے تقریر کی۔ آپ نے ۲۶ جنوری کے قومی تہوار کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کی مختصر تاریخ کا ذکر کیا۔ آپ نے جھنڈے کی شان اور اس کی عظمت کو بھی واضح کیا۔ اور شہیدان وطن کو خراج تحسین پیش کیا۔ وزیر اعظم پنڈت نہرو کی قیادت میں ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن ہونے کی تفصیل بیان کی۔ آپ نے وزیر اعظم کی غیر جانبدارانہ پالیسی کو سراہتے ہوئے کہا کہ اسی اصول پرستی کے باعث آج دنیا کے بڑے بڑے ملکوں کے نیتا ہمارے ملک میں آتے ہیں اور اس پالیسی کی سراہنا کرتے ہیں۔ چنانچہ جہاں پچھلے دنوں امریکہ کے صدر آئیزن ہاور بھارت کے دورہ کے لئے آئے تو ان دنوں روس کے صدر واروشیلوف تشریف لائے ہوئے ہیں۔ آپ نے سب بھارت واسیوں کو مل جل کر ملک کی ترقی اور سربلندی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تلقین کی۔

اسی طرح گیانی بابو سنگھ صاحب تخرنے بھی تقریر کی اور قومی جھنڈے کی اہمیت اور اس کی عظمت پر روشنی ڈالی۔ پروگرام کے آخر میں صدر جلسہ جناب سردار گوردیال سنگھ صاحب نے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور حاضرین کو ڈسپلن قائم رکھنے کی اہمیت ذہن نشین کرائی اسی موقعہ پر نمایاں کام کرنے والوں کو انعامات بھی تقسیم ہوئے اور یہ تقریب بہت عمدگی سے ختم ہوئی ÷

ملک صلاح الدین ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے رانا آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

ہفت روزہ بدر قادیان

مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۶۰ء

جمہوریتِ ہند

۲۶ جنوری کو بھارت کے طول و عرض میں خاص اہتمام کے ساتھ یوم جمہوریت منایا گیا۔ امسال اس سال کی خصوصیت نہیں بلکہ ہر سال ہی یوم جمہوریت اور یوم آزادی کی تقاریب پر لکھوکھا روپیہ صرف کر کے بڑی شان و شوکت کے ساتھ یہ قومی دن منائے جاتے ہیں اور حقیقت میں ایسے قومی تہواروں کو ایسی ہی شان اور عظمت اور خوشی اور مسرت سے منایا جانا ضروری ہے۔ کیونکہ ان یادگاری دنوں کے ساتھ ہمارے ملک کی اہم تاریخ وابستہ ہے۔ لیکن یہ خاص دن صرف تاریخی ہی نہیں ہوتے بلکہ قوموں کی ترقی کے سفر میں سنگ میل کی حیثیت بھی رکھتے ہیں جو زبانِ حال سے ہر اہلِ وطن کو بالعموم اور ملک کے ارباب حل و عقد کو بالخصوص دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ وہ اپنی رفتارِ ترقی کا جائزہ لیں اور ملک کی ایسی راہنمائی کریں جس سے ملکی آزادی کو استحکام حاصل ہو اور نظام جمہوریت کے جملہ تقاضے پورے ہوں ——

غور و فکر کے لئے ملکی مسائل کی ایک لمبی فہرست میں سے چند ایک ضروری اور اہم مسائل یہ بھی ہیں جن پر دھیان دینا ملک کی ترقی اور اس کے استحکام و سربلندی کے لئے نہایت ضروری ہے:۔

•—— اخبار بین حضرات اس بات سے اچھی طرح واقف و آگاہ ہیں کہ اس وقت ملک کی دو بڑی یونیورسٹیاں محض طلباء کی غیر پسندیدہ حرکات کے نتیجہ میں بند پڑی ہیں۔ اس وقت ہمارے ملک کو بیرونی خطرات بھی درپیش ہیں۔ اور اندرونی طور پر ملک کی تعمیر نو کے لئے ملکی لیڈر نہایت تیز رفتاری سے قدم اٹھانے کی شب و روز تلقین کر رہے ہیں۔ اور قوم کو نئی پود سے بڑی بڑی توقعات وابستہ ہیں کہ وہ آگے بڑھ کر ملکی ذمہ داریوں کے بار کو ہلکا کرے اور ملکی ناؤ کے چپو اپنے جفاکش ہاتھوں میں لے لے اور زیادہ تیزی سے منزل مقصود کی طرف بڑھے۔ ملک کو آج تعلیم یافتہ اور بیدار مغز سنجیدہ مزاج کے نوجوانوں کی اشد ضرورت ہے ایسے نوجوانوں کی جو غیر معمولی دُھن اور تنظیم کے ساتھ کام میں لگ جائیں۔ نوجوانوں کو چاہیئے کہ اپنے اوقات عزیزہ کو بے سود کوششوں اور لاطائل مشاغل میں رائیگاں کرنے سے اجتناب کریں۔ طلبہ میں بڑھتی ہوئی بے راہ روی کسی اچھے مستقبل کا پتہ نہیں دیتی بلکہ ایسی خبریں پڑھ کر ملک کے سنجیدہ طبقہ کو بڑا دکھ ہوتا ہے۔ ہمیں افسوس کے ساتھ خیال آتا ہے کہ کیا ملک کے یہی نونہال ہیں جن کے کندھوں پر مستقبل کی ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالا جانے والا ہے۔ اور کیا یہی نوجوان قومی امیدوں کی جولانگاہ بننے والے ہیں۔

ملک کو آزادی ملے تیرہ سال ہونے کو آئے بعض لوگ بالخصوص طلبہ آزادی کے حقیقی مفہوم کو تا حال سمجھ نہیں پائے آزادی کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ہر قسم کی پابندی سے بے نیازی حاصل ہو جائے۔ اور ایک بے نظمی کی زندگی بسر کی جائے ہمارے نوجوان شاید نہیں جانتے کہ بے قیدی کی زندگی اُنہیں تخریب کے ہیرو تو بنا سکتی ہے مگر انسانیت کے اعلےٰ جوہر سے بہرہ ور نہیں کر سکتی!!

پس ضرورت ہے اس بات کی کہ نئی پود کی خاطر خواہ اصلاح و تربیت کی طرف فوری توجہ دی جائے۔ ان کی زندگیوں کو ملک و ملت کے لئے کار آمد اور مفید بنایا جائے خواہ موجودہ نظام تعلیم کو بدل کر نیا اور مفید مطلب نظام تعلیم رائج کر کے یا بعض قسم کے قوانین نافذ کر کے ——۔ کیونکہ کوئی قوم اپنے مستقبل پر اطمینان کا اظہار نہیں کر سکتی جب تک کہ آنے والی نسل کو ایسے طور پر تیار نہیں کر لیتی جس نے آگے چل کر قوم کے معمار بننا ہے۔ یہ ایک گہرے سوچ بچار کا مسئلہ ہے جس پر حکومت اور ذمہ دار افراد کو سنجیدگی کے سوچنے اور پھر جلد کوئی مؤثر عملی قدم اُٹھانے کی ضرورت ہے!!

•—— دوسرے نمبر پر کمر توڑ مہنگائی کا مسئلہ ہے۔ ملک کو اس بڑی اور نہ ختم ہونے والی مصیبت سے نجات دلانے کے لئے کسی ٹھوس کارروائی کی ضرورت ہے۔ ملک کے مختلف اکناف سے چیخ و پکار پر چند روز کے لئے سستے اناج کے ڈپو کھول دینا اس مشکل کا اصل حل نہیں۔ کیونکہ انسان صرف آٹا ہی نہیں کھاتا اُسے دوسرے لوازمات زندگی کی بھی ضرورت ہے۔ آج ہر چیز کے نرخ چار پانچ گنے چڑھ چکے ہیں۔ ملک کے امیر طبقہ کو قیمتوں کے اضافہ سے کچھ غرض ہے اور نہ ان کی کمی سے کچھ دلچسپی ان کی تجوریاں دولت سے بھری پڑی ہیں اشیاء صرف کی جتنی قیمتیں چڑھتی ہیں اُس سے کہیں زیادہ اُن کی آمدنیاں بڑھ جاتی ہیں —— مصیبت کے منہ میں اگر آ پھنسا ہے تو بس نچلا طبقہ ہی اور حقیقت میں اس کمر توڑ مہنگائی کا اصل نشانہ بھی رہی ہے۔ اُسے کئی قسم کے اخراجات کا سامنا ہے۔ تن ڈھانکنے کے لئے کپڑا چاہیئے۔ سر چھپانے کے لئے مکان یا کم سے کم اس کا کرایہ علاج معالجہ کے لئے بھاری بھرکم ڈاکٹری فیس کی ادائیگی اور ادویات کی خریداری۔ بچوں کے تعلیمی مصارف باہر کا رکھ رکھاؤ آئے گئے مہمان کی کسی حد تک خاطر و مدارات۔ یہ سب ایسے لوازمات ہیں۔ نہ تو ان سے مفر ہے۔ اور نہ یہ سہل الحصول ہیں۔ اب یہ حکومت کا کام ہے کہ اس پر سنجیدگی سے غور کرے اور جمہوریت کے نمائندوں کا فرض ہے کہ ان پریشانیوں اور تکالیف کا حل نکالیں اور ملک کی اکثریت کی عذابناک زندگی کو سہولت اور آرام کی زندگی سے بدلنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ صرف اسی صورت میں ملک میں رائج جمہوری نظام عوام کے لئے موجب برکت و فخر ہو سکتا ہے۔ ورنہ خالی باتوں سے نہ تو پیٹ بھر سکتا ہے اور نہ تن ڈھانکنے اور دیگر ضروریات کے پورا ہونے کا سامان ہو سکتا ہے!!

•—— تیسرے نمبر پر اقلیتوں کو مطمئن رکھنے کا مسئلہ ہے کسی ملک میں جمہوریت اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ اس ملک کی تمام آبادی مطمئن اور خوشحال نہ ہو جائے۔ جمہوری ملکوں میں اقلیتوں کی بھی وہی حیثیت ہوتی ہے جو اکثریت کی اور جس طرح جسم کے کسی چھوٹے سے چھوٹے عضو کو اس کی مناسب طریقے سے نشو و نما سے محض اسی بناء پر محروم نہیں کیا جا سکتا کہ سارے جسم میں اس کی حیثیت بہت ہی معمولی ہے۔ ہندوستان کی مسلمان اس ملک کی ایک بڑی اقلیت ہیں جن کی ایک دو لاکھ نہیں بلکہ کم و بیش چار کروڑ تعداد ہے اور یہ تعداد کوئی معمولی نہیں بلکہ دنیا کے بیشتر آزاد ممالک کی مجموعی آبادی سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس عظیم اقلیت کی طمانیت اور تحفظ حکومت کا مقدس فریضہ ہے۔ بالخصوص جبکہ مشرق وسطی کے اسلامی ممالک کے ساتھ بھارت کے گہرے تعلقات ہیں۔ اور اس جگہ کے مسلمانوں کی خوشحالی اور طمانیت ان تعلقات پر لازماً زیادہ خوشگوار اثر ڈالنے کا باعث ہو سکتی ہے ——

علاوہ ازیں ہندوستان کے چار کروڑ مسلمان مجموعی طور پر ملک کے لئے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ دنیا کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ مسلمانوں نے ہر زمانہ میں دنیا کو ترقی دینے کی کوششیں کی ہیں۔ اور اگر اپنے ملک بھارت میں ملک کے ترقیاتی کاموں میں اُنہیں کھل کر حصہ لینے کا موقعہ میسر آئے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس وقت بھی ان کے جوہر نہ کھلیں۔ ملک سے وفاداری اور قومی ترقی میں حصہ لینا مسلمانوں کی فطرت میں داخل ہے۔ کیونکہ یہ اسلامی تعلیم کے عین مطابق ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ مواقع میسر آنے پر وہ کسی سے پیچھے رہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ملک میں رائج الوقت غیر مذہبی دستور ——[illegible]—— دستور نے ملک کی تمام ہی اقلیتوں کو یکساں شہری حقوق اور ہر طرح کی مذہبی و ثقافتی آزادی دے رکھی ہے۔ مگر عملی طور پر صورت حال بہت کچھ مختلف ہے جس کی تفصیل کا نہ یہ موقع ہے اور نہ اس کی ضرورت۔ عیاں را چہ بیان پس بطور اشارہ اس قدر ذکر کافی ہے۔ اب جمہوری نمائندوں کو سنجیدگی کے ساتھ ان سب جمہوری تقاضوں پر غور کرنا چاہیئے تا ملک میں رائج نظام جمہوریت کا تقاضا پورا ہو اور اس ملک کے سبھی افراد کندھے سے کندھا ملا کر ملک کی تعمیر نو میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے سکیں۔

حصہ جائیداد

موصی احباب کی توجہ کے لئے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جاری فرمودہ نظام وصیت میں جن مخلصین جماعت کو شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ ان پر جس طرح حصہ آمد کی ادائیگی ضروری اور لازمی ہے اسی طرح ان کے لئے حصہ جائیداد بھی وصیت کے مطابق اپنی زندگی میں ادا کرنا ضروری ہوتا ہے

اکثر موصی احباب اس خیال سے کہ اس کی ادائیگی وفات کے بعد ہو گی۔ اپنی زندگی میں حصہ جائیداد کی ادائیگی میں غفلت سے کام لیتے ہیں۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ جو حصہ جائیداد انسان اپنے ہاتھ سے اپنی زندگی میں ادا کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ اور بہتر ثواب کا مستحق ہو گا۔ اور ادائیگی کرنے والے کے اپنے قلب میں بشاشت پیدا ہو گی۔ کہ اس نے اپنی ایک بڑی اور اہم ذمہ داری کو اپنی زندگی میں پورا کر دیا ہے۔ پس جماعت کے موصی دوستوں کو حصہ آمد میں باقاعدگی کے علاوہ حصہ جائیداد کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ دینی چاہیئے تا وہ اپنی زندگی میں اس فرض کو ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن سکیں۔ امید ہے کہ جماعت کے عہدیداران مال اس اہم ذمہ داری کی طرف موصی صاحبان کو توجہ

ناظر بیت المال قادیان

خطبہ جمعہ

ہماری جماعت اسلام کی پُرحکمت تعلیم کو دُنیا میں رائج کرنے کیلئے قائم کی گئی ہے

اسکے لئے ضروری ہے کہ پہلے اپنی اصلاح کرو اور پھر محبت اور ہمدردی کے جذبات کے ساتھ دوسروں کی اصلاح کرنے کی کوشش کرو

ہر شخص اپنے اہل و عیال کی اصلاح کا ذمہ دار ہے اس کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو نمازوں کیلئے مساجد میں لائے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۴ ؍ اگست ۱۹۲۴ء ۔ بمقام قادیان

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔
اللہ تعالےٰ نے ہر امر میں کامیابی کے حصول کے لئے

ایک راستہ مقرر کیا ہوا ہے

جب تک کوئی انسان اس راستہ کو اختیار نہ کرے۔ اس وقت تک اسے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں لوگ مختلف قسم کی باتیں بیان کرتے ہیں کوئی کہتا ہے ملکی اور قومی ترقی صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ بڑے بڑے بینک ہوں۔ انشورنس کمپنیاں اور تجارتیں ہوں۔ اور کوئی کہتا ہے کہ ملکی ترقی اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب کہ تمام اہم کام چند ممتاز ہستیوں کے سپرد ہوں افراد کو یہ اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ کہ وہ ملکی کاموں میں دخل دیں۔ اور کوئی یہ کہتا ہے کہ قوم کے تمام افراد ملک کا ایک اہم حصہ ہیں اسلئے خواہ کوئی چھوٹا ہو یا بڑا ہر شخص کو ملکی امور میں دخل دینے کا حق ہونا چاہیئے۔

یہ وہ مختلف خیالات ہیں

جو یورپ کی اس تگ و دو کے نتیجہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ جو وہ راحت و آرام کے حصول کے لئے کر رہا ہے۔ لیکن نہ تو ان کے ان بلند معیاروں نے اسے فائدہ دیا۔ جنہیں وہ آج سے ایک سو سال پہلے تجویز کر چکا تھا۔ نہ وہ عمارت اس کے کام آئی۔ جس کو ہیرڈ فریڈرک نیوٹس اور الزبتھ نے تیار کیا تھا۔ اور نہ آج وہ عمارت کام آ سکتی ہے جسے مارکس وغیرہ قسم کے لوگوں نے تیار کیا نہ اس میں انسانی نجات تھی نہ اس میں انسان کے لئے راحت ہے۔ یہ ساری چیزیں جھوٹی بے اثر اور غیر مفید ہیں جو چیز دنیا کی نجات کا موجب بن سکتی ہے۔ اور جس چیز کے ذریعہ کامیابی اور حقیقی راحت حاصل ہو سکتی ہے وہ وہی ہے۔

جسے اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا

اور جو وسطی راستہ ہے نہ وہ انشورنس کمپنیوں اور ناجائز دولت جمع کرنے کے سامانوں کی طرف جھکتا ہے اور نہ وہ مارکس ازم کے ذریعہ تمام افراد کی منفردانہ کوششوں کو توڑ کر جبری طور پر انسانوں میں مساوات قائم کرتا ہے۔ اسلئے امن اسی ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جسے اسلام پیش کرتا ہے۔ مگر اس کے لئے بھی کسی جدوجہد اور کوشش اور قربانی کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالےٰ میں بے شک سب طاقتیں اور قدرتیں ہیں۔ مگر وہ اپنی طاقتوں اور قدرتوں کو بعض حالات کے ماتحت ظاہر کیا کرتا ہے۔ اس میں طاقت ہے کہ وہ بچے کو ایک سیکنڈ میں پیدا کر دے مگر وہ ایسا نہیں کرتا بلکہ نو ماہ کے بعد بچے کو پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح اس میں طاقت ہے کہ وہ غلہ کو ایک سیکنڈ میں اُگا دے۔ مگر وہ کوئی غلہ پانچ ماہ میں اور کوئی چھ مہینہ میں اُگاتا ہے۔ پھر اس میں طاقت ہے کہ وہ پھلوں کو ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصہ میں پیدا کر دے مگر وہ ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ کسی پھل کو دس سال بعد اور کسی کو بارہ سال بعد پیدا کرتا ہے۔

یہ سب حکمت کی باتیں ہیں

اور مختلف قسم کے اسرار اپنے اندر رکھتی ہیں۔ جو شخص قدرت کے کاموں پر غور کرتا ہے وہ ان سے واقف ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص آنکھیں بند کر لیتا ہے وہ اعتراض کرنے لگ جاتا ہے اور اس میں شبہ ہی کیا ہے کہ ٹھوکریں کھانے والا اعتراض ہی کرے گا۔ انگریزی کی مثل ہے کہ اگر کوئی پیشہ ور ایسا نہ ہو تو وہ ہتھیاروں کے متعلق یہ شکایت ہی کرتا رہتا ہے کہ وہ خراب ہیں کبھی کہہ دے گا تیشہ ناقص ہے۔ کبھی کہہ دے گا فلاں اوزار تیز نہیں اور بجائے اپنا نقص دیکھنے کے ہتھیاروں پر اعتراض کرتا اور آلات کے متعلق عیب چینی کرتا رہے گا۔ لیکن اس طرح کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اعتراضات کا طومار بھی اگر کھڑا کر دیا جائے تو وہ کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔

کامیابی ہمیشہ تبھی ہوتی ہے

جب صحیح طریق اختیار کیا جائے اور صحیح ذرائع کا استعمال کیا جائے۔ پس جس مقصد اور کام کے لئے اللہ تعالےٰ نے ہماری جماعت کو کھڑا کیا ہے۔ یعنی اسلام کی وہ پُر امن اور پُر نفع تعلیم جس کے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا اسے پھر دنیا میں رائج کرنا۔ اس تعلیم کے اصول اگرچہ قرآن مجید میں موجود ہیں لیکن انہیں پُر حکمت طور پر عمل میں لانا یہ ہمارا کام ہے۔ اگر ہنگامی طور پر کام کیا جائے تو وہ کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ فرض کرو اس مجلس میں میں کہوں کہ پانی لاؤ تو بالکل ممکن ہے وہ تین سو آدمی اُٹھ کر چلے جائیں۔ اسی خیال کے ماتحت کہ ان میں سے ہر ایک اس آواز کے مطابق عمل کرے اور بالکل ممکن ہے ایک بھی نہ جائے اس خیال کے ماتحت کہ ممکن ہے کوئی اور چلا گیا ہو۔ تو ہنگامی کام ہمیشہ ناقص رہتے ہیں۔ جس چیز کے ساتھ کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ وہ تنظیم اور اصلاح ہے اور

اس کے لئے ضروری ہوتا ہے

کہ سلسلہ کا ہر فرد اور ہر ذرہ ہماری نظروں کے سامنے ہو۔ جب کسی تنظیم میں یہ نقص رہ جائے۔ کہ اس کے افراد نگاہوں کے سامنے نہ آئیں۔ تو وہ تنظیم بگڑ جاتی ہے اسی وجہ سے ہم نے مرکز کا کام مختلف حلقوں میں تقسیم کیا ہوا ہے اور مختلف حلقوں کی الگ الگ مساجد ہیں تاکہ تمام عہدیدار اپنے اپنے حلقہ کے ہر فرد سے واقف ہوں۔ اور ان کی صحیح رنگ میں تربیت کر سکیں۔ درحقیقت مساجد ہی ایک جگہ ہیں۔ جہاں ہمارے تمام کام ہوتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریریں بھی مسجد میں ہوتی تھیں جلسے بھی مسجد میں ہوتے تھے مشورے بھی مسجد میں ہوتے تھے اور تاریخ اسلام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نکاح بھی مساجد میں ہوتے تھے جھگڑوں کا تصفیہ بھی مسجد میں ہوتا تھا۔ نمازیں بھی مسجد میں ہوتیں۔ جہاد کے مشورے بھی مسجد میں ہوتے اور چونکہ مومن کا ہر کام اس کی عبادت سمجھا جاتا ہے اور جب

اسلام نے یہ تعلیم دی ہے

کہ خدا تعالےٰ کے لئے اگر کوئی روٹی بھی کھاتا ہے تو وہ نیکی کرتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ نماز کے علاوہ ہمارے باقی کام جو مساجد سے تعلق رکھیں وہ عبادت میں شامل نہ ہوں۔ اس صورت میں جھگڑوں کے موقعہ پر فیصلے کرنا جہاد کے لئے مشورے کرنا اور لڑائیوں کے لئے پریکٹس کرنا محض قضا یا مشورہ یا جنگ کی پریکٹس کرنا نہیں کہلائے گا۔ بلکہ یہ کام بھی عبادت میں شمار ہوں گے۔

احادیث میں صاف طور پر ذکر ہے

کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک دفعہ مسجد نبوی میں فوجی کرتب دکھائے گئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عائشہ رضؓ کو بلایا اور فرمایا کیا جنگی کرتب دیکھنا چاہتی ہو؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ دیکھنا چاہتی ہوں۔ تب آپ نے فرمایا میری پیٹھ کے پیچھے ہو جاؤ اور کندھے کی اوٹ میں جنگی کرتب دیکھتی جاؤ۔

غرض

اسلام کے نزدیک

مساجد میں ہی تمام کاموں کا اور سرچشمہ ہے مسلمانوں کی تمام جدوجہد کا۔ اور حلقہ دار انجمنوں کا قیام اسی غرض کے لئے کیا گیا ہے کہ کارکن اپنے فرائض کو سمجھیں اور ان مقاصد کو اپنے سامنے رکھیں۔ جن کے لئے یہ تقسیم عمل میں لائی گئی ہے

عہدہ داروں کو چاہیئے کہ وہ اپنے حلقہ کے تمام افراد کو اپنے زیر نظر رکھیں اور ہر شخص کی شکل اور اس کے نام سے ذاتی واقفیت پیدا کریں۔ اور جو لڑکے دس سال سے اوپر کے ہوں ان کے لئے یہ لازمی قرار دیں۔ کہ وہ مسجد میں نماز پڑھیں قرآن کریم نے ہر فرد کو

اپنی اولاد کا ذمہ دار

قرار دیا ہے وہ فرماتا ہے قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا اے لوگو تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ تم نہ صرف اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ بلکہ اپنے اہل و عیال کو بھی بچاؤ۔ پس ہر شخص اپنی بیوی اور بچوں کا ذمہ دار ہے۔ اس سے صرف یہی نہیں پوچھا جائے گا۔ کہ تم نماز پڑھتے تھے یا نہیں۔ صرف یہی نہیں پوچھا جائے گا۔ کہ تم

زکوٰۃ دیتے

تھے یا نہیں۔ تم روزے رکھتے تھے یا نہیں۔ تم حج کرتے تھے یا نہیں۔ بلکہ یہ بھی پوچھا جائے گا۔ کہ تمہارے بیوی بچے بھی زکوٰۃ دیتے۔ روزے رکھتے اور حج کرتے تھے یا نہیں۔ اور اگر کسی کے متعلق یہ بات ثابت ہوگی کہ اس نے اپنی بیوی اور بچوں کے متعلق اس امر میں غفلت

اور کوتاہی کا ثبوت دیا ہے۔ تو وہ اس سزا کا مستحق ہوگا جو نماز چھوڑنے والے روزہ نہ رکھنے والے زکوٰۃ نہ دینے والے حج نہ کرنے والے کے لئے مقرر ہے۔ پس

ہر فرد اس امر کا ذمہ دار ہے

کہ وہ اپنی اولاد کو مسجدوں میں حاضر کرے۔ بچوں کو مساجد میں لانا احادیث سے اس قدر تواتر سے ثابت ہے کہ کوئی اندھا ہی اس سے انکار کر سکتا ہے۔ حدیثوں میں صاف طور پر آتا ہے۔ کہ پہلے مرد کھڑے ہوں پھر عورتیں اور پھر بچے۔ اگر بچوں کا نمازوں میں شامل ہونا ضروری نہیں تھا۔ تو ان کا ذکر کیوں کیا گیا۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ بچوں کو مسجدوں میں نہ لایا جائے۔ مگر بچوں سے مراد وہ بچے نہیں جو بالکل چھوٹے ہوں۔ اور مسجدوں میں آکر رونا۔ چیخنا شروع کر دیں۔ یا وہ بچے بھی مراد نہیں کہ جو ہی آئے تو کودنے لگے۔ تو وہ اپنے میاں سے کہہ سکتے۔ کہ ذرا اس بچے کو نماز میں بیٹھنے جانا۔ میں نے ایک دفعہ دوستوں کو تحریک کی کہ

بچوں کو مساجد میں لانا چاہیئے

تو اس کے بعد میں نے دیکھا کہ لوگوں نے اپنے بالکل چھوٹے بچوں کو لانا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بعض دفعہ کوئی بچہ مسجد میں پاخانہ پھر دیتا۔ کوئی پیشاب کر دیتا۔ اور وہ اس قدر شور مچاتے۔ کہ دوسروں کے لئے نماز پڑھنا مشکل ہو جاتا۔ تب میں نے سختی سے روکا۔ کہ مسجد میں بچے کھلانے کی جگہ نہیں۔ ان کو اپنے گھروں میں رکھو۔ پس جب میں یہ کہتا ہوں۔ کہ اپنے بچوں کو مسجدوں میں لاؤ۔ تو میری مراد یہ ہے کہ ان بچوں کو لاؤ۔ جن کے متعلق شریعت یہ تقاضا کرتی ہے۔ کہ وہ مسجدوں میں آئیں۔ جو لوگوں کے بچے آوارہ پھرا کرتے ہیں تم غور کر کے دیکھ لو۔ ان میں سے اکثر وہی بچے ہوں گے۔ جو بے نماز ہوں گے اور اکثر ایسے ہی والدین کے بچے ہوں گے جو اپنے بچوں کی

نمازوں کی نگرانی

نہیں کرتے۔ ورنہ یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص پانچ وقت اللہ تعالےٰ کے حضور تذلل کرے اور پھر اس میں بگاڑ پیدا ہو جائے۔ پس بچوں کو مسجدوں میں لاؤ۔ اور ان کو مسجدوں میں لانا اپنے آنے سے زیادہ اہم سمجھو۔ میرا اس سے یہ مطلب نہیں۔ کہ تم آپ مسجد میں نہ آؤ۔ بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ چونکہ بچوں کا آنا تمہارے آنے کی نسبت مشکل ہے۔ اس لئے اس کو اہمیت دو۔ یہ کام صرف اس شخص کا نہیں ہے

مربی اطفال

مقرر کیا گیا ہو۔ بلکہ ہر شخص کا ہے کہ کوئی بھی بچہ ایسا نظر آئے۔ جو مسجد میں نہیں آتا۔ فرض ہے کہ وہ اسے مسجد میں لانے کی کوشش کرے۔ مگر اس طرح سے نہیں کہ ایک دوکان پر بیٹھ گئے۔ اور کہنا شروع کر دیا کہ فلاں کے بچے نماز نہیں پڑھتے پھر وہاں سے اٹھ کر دوسری دوکان پر گئے اور کہنا شروع کر دیا کہ فلاں کے بچے نماز نہیں پڑھتے۔ وہاں سے اٹھے تو تیسری مجلس میں گئے۔ اور وہاں بھی کہنا شروع کر دیا کہ فلاں کے بچے بالکل آوارہ ہو گئے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ جن کے عیوب بیان کئے جاتے ہیں وہ دوسرے شخص کے عیب بیان کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور اس طرح اصلاح کی بجائے خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔

اصلاح کا طریق یہ ہے

کہ جب تمہیں معلوم ہو کہ کسی کے بچے میں نقص ہے۔ تو اپنے حلقہ کے پریذیڈنٹ اور سیکرٹری سے کہو۔ اور یہ سمجھ لو کہ تمہارا کام ختم ہو گیا۔ یا اگر یہ سمجھو کہ جس شخص کے بچوں کے متعلق تمہیں شکایت ہے وہ حوصلے والا آدمی ہے اور وہ بات سنکر برداشت کرے گا۔ تو اس سے کہہ دو۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو اپنے بچوں کا کوئی عیب سن ہی نہیں سکتے۔ وہ اگر بچے کو چوری کرتے بھی دیکھ لیں تو کہیں گے چونکہ دروازے سے داخل ہونا اس کے لئے خطرناک تھا۔ اس لئے اس نے سیندھ لگانی شروع کر دی تھی۔ ورنہ اس نے چوری نہیں کی۔ پس جس شخص کے متعلق تم سمجھو کہ وہ برداشت کی طاقت نہیں رکھتا اسے مت کہو اور جس شخص کے متعلق سمجھو کہ وہ برداشت کرے گا اسے کہہ دو کہ

اس کے بچے میں نقص ہے

اس کے ازالہ کی طرف توجہ کریں۔ اگر اپنے حلقہ کے پریذیڈنٹ سکرٹری اور سرپرست کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے پاس بھی کسی شخص کا کوئی عیب بیان کرے گا۔ تو میرے نزدیک وہ مجرم سمجھا جائے گا۔ میں نے دیکھا ہے یہ ایک بہت بڑا عیب ہے۔ جو اصلاح کے نام پر کیا جاتا ہے۔ لوگ اس بہانہ کی آڑ میں کہ ہم تو اصلاح کے لئے دوسرے کے عیب بیان کر رہے ہیں۔ جس جگہ

دوسروں کی عیب چینی

کرتے پھرتے ہیں حالانکہ وہ خود اسلام کے خلاف عمل کر رہے ہوتے ہیں قرآن کریم نے سورہ نور میں اس امر کا فلسفہ کھول کھول کر بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ قوم کو تباہ کرنے والا طریق ہے۔ مگر پھر بھی لوگ اس طرف توجہ نہیں کرتے۔ قرآن میں صاف طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کہ جو شخص کسی دوسرے کے پاس کسی کا عیب بیان کرتا ہے وہ اشاعت فحش کرتا ہے جو شخص یہ کہتا ہے کہ آجکل تو لوگ بڑی چوریاں کرتے ہیں وہ قوم کی اصلاح نہیں کرتا بلکہ انہیں ترغیب دیتا ہے کہ تم بھی چوری کرو۔ یہ ایک ایسا فلسفیانہ نکتہ ہے کہ کوئی قوم اسے نظر انداز کر کے ترقی نہیں کر سکتی۔ درحقیقت

اس کی وجہ یہ ہے

کہ دنیا میں عام طور پر دین کو قبول کرنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے یہ سنا ہوا ہوتا ہے کہ ایک خدا ہے اور اس نے اپنا رسول بھیجا ہے ہمیں اس کے احکام پر عمل کرنا چاہیئے وہ نمازیں پڑھیں گے مگر اس لئے نہیں کہ نماز میں فلاں فلاں حکمت ہے۔ بلکہ اس لئے کہ خدا کا یہ ایک حکم ہے۔ روزے رکھیں گے مگر اس کی حکمت انہیں معلوم نہیں ہوگی۔ پس دنیا کا بیشتر حصہ ایسا ہوتا ہے جو اصولی طور پر چند باتیں سمجھ لیتا ہے۔ اور باقی باتوں میں تقلیدی رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ خواہ بظاہر وہ غیر مقلد ہی کیوں نہ کہلاتا ہو۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک ہزار میں سے ۹۹۹ یا ایک لاکھ میں سے ننانوے ہزار نو سو ننانوے ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جو تقلیدی طور پر اسلامی احکام پر عمل کرتے ہیں۔ حکمتوں کو سمجھنے والے ان میں بہت کم ہوتے ہیں وہ اتنی بات سمجھ لیتے ہیں کہ

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر بات

کو دوسری باتوں پر مقدم رکھنا چاہیئے۔ اس کے بعد وہ کسی حکمت کے معلوم کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے صرف چند آدمی ایسے ہوتے ہیں جنہیں خدا تعالےٰ کی طرف سے تفقہ فی الدین عطا کیا جاتا ہے باقی سب مقلد ہوتے ہیں۔ خواہ وہ اہلحدیث کے دلدادہ ہی کیوں نہ کہلائیں سورہ نور میں جو حکم دیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اسلام کے احکام کی حکمت سمجھ کر عمل کرنے والے لوگ بہت تھوڑے ہیں تو باقی لوگ وہی رہ جاتے ہیں جو دوسروں سے اثر قبول کرتے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہو کہ دنیا یوں کرتی ہے۔ تو وہ بھی اسی رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں۔ اگر معلوم ہو کہ دنیا نیک ہے۔ تو وہ بھی نیکی کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر انہیں کسی وقت پتہ لگ جائے۔ کہ جنہیں ہم نیک سمجھتے تھے۔ وہ در اصل نیک نہیں تو اسی دن ان کے دل سے بھی نیکی کی عظمت مٹ جاتی اور وہ بھی بدی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے نیکی کو نیکی سمجھ کر قبول نہیں کیا ہوتا بلکہ عام اثر کے ماتحت ایک خیال کی تقلید اختیار کی ہوئی ہوتی ہے۔ پس قرآن مجید نے بالوضاحت یہ امر بیان کر دیا ہے کہ جو شخص غیر ذمہ دارانہ طریق پر کسی کے عیب بیان کرتا ہے

وہ اشاعت فحش کرتا ہے

اور وہ ویسا ہی مجرم ہے جیسا کہ گناہ کرنے والا۔ اگر ایک شخص نے چوری کی تو یہ اس کا ایک ذاتی فعل ہے۔ مگر ایک دوسرا شخص اگر ہر جگہ بیان کرتا پھرے گا کہ آجکل لوگ بڑی کثرت کے ساتھ چوریاں کرتے ہیں۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ چوری کی ہیبت دلوں سے مٹ جائے گی اور سننے والوں میں سے بھی کئی چور بن جائیں گے پس دوسرے کے چوری کے عیب کو ظاہر کرنے والا قوم کا ہمدرد نہیں۔ کیونکہ چوری تو ایک شخص نے کی مگر اس نے چوری کی ہیبت کو کم کر کے بیسیوں شخص کو چور بنا دیا۔ ایسے اشخاص یقیناً اس بات کے مستحق ہیں کہ انہیں سرزنش کی جائے اور ان کی

اصلاح کی کوشش کی جائے

میں نے بہت کچھ سوچنے اور غور و فکر کرنے کے بعد رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کے مطابق کہ دقت ساری قوم پر ڈالی جائے فیصلہ کیا ہے کہ مرکز سلسلہ میں جس محلہ کے کسی فرد کے متعلق آئندہ یہ بات ثابت ہو کہ وہ دوسروں کے عیوب بیان کرتا رہتا ہے اس تمام محلہ پر اس کی حیثیت کے مطابق جرمانہ ڈالا جائے تاکہ آئندہ ہر شخص احتیاط کرے اور جس کسی کے پاس بھی کوئی کسی کا عیب بیان کرنے لگے وہ اسے فوراً روک دے۔

میں نے اس مقصد کے لئے بہت کثرت سے دعائیں کی تھیں اور اللہ تعالےٰ کے حضور التجا کی تھی کہ وہ اس نقص کے ازالہ کا کوئی طریق سمجھائے تب یکدم جس طرح الہام ہوتا ہے میرے دل میں ڈالا گیا کہ اس کا

علاج ایک ہی طریق ہے

اور وہ یہ کہ جس محلہ کے کسی فرد کے متعلق ثابت ہو کہ وہ لوگوں کی عیب چینی کرتا رہتا ہے اور محلہ کے لوگ اسے روکتے نہیں اس تمام محلہ پر اس کا جرمانہ ڈالا جائے تاکہ ہر شخص چوکس ہو جائے۔

اور آئندہ احتیاط کے ساتھ اپنی زبان کھولے۔ جب تک لوگوں کے دلوں میں یہ احساس پیدا نہ ہو کہ دوسروں کی عزت اور مال کی عزت کا پاس کیا جائے۔ اس وقت تک کبھی اصلاح نہیں ہو سکتی پس محلہ کے عہدیداروں کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے اپنے محلہ کے مردوں اور بچوں کی شکلیں پہچانیں اور ہر فرد سے ذاتی واقفیت پیدا کریں۔ اس کے بعد ان کا دوسرا کام یہ ہے کہ وہ بچوں کو نماز باجماعت کی پابندی کی عادت ڈالیں اور پھر تیسرا کام یہ ہے کہ اپنے محلہ کے لوگوں کے

اخلاق کی اصلاح کریں

جب کسی کا عیب معلوم ہو خصوصاً اپنے دوست اور رشتہ دار کا تو ہر شخص کا فرض ہے کہ یہ معاملہ پریذیڈنٹ سیکرٹری اور سرپرست کے نوٹس میں لائے۔ مگر اس طریق پر کہ معاملہ پیش کرنے میں غصہ تو بغض اور کینہ کپٹ نہ ہو بلکہ خالص اصلاح اور محبت کا جذبہ کام کر رہا ہو۔ اور اگر کسی شخص کے متعلق معلوم ہو کہ وہ کسی کا عیب غیر متعلق شخص کے سامنے بیان کر رہا ہے تو سمجھو کہ وہ مجرم ہے اور فتنہ پیدا کر رہا ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ اس کا منہ بند کر دو۔ اور اگر اُسے نہیں روکو گے تو سارا محلہ تعزیر کا مستحق سمجھا جائے گا۔ گویا ہماری جماعت کے دوستوں کی اصلاح کے لئے یہ ایک اخلاقی جنگ ہوگی۔ اور یہ ویسی ہی بات ہوگی۔ جیسے ڈاکٹر کے پاس لوگ جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمارے پھوڑے پر نشتر مارو۔ اب کوئی شخص نہیں کہتا کہ کتنا غضب ہو گیا ڈاکٹر نے نشتر چبھو دیا۔ اسی طرح جب کوئی شخص بھی آکر کہتا ہے کہ میری اصلاح کرو تو ہمارا حق ہے کہ ہم

درستی اخلاق کے لئے مناسب قدم اُٹھائیں

اگر اس کی نیت اصلاح کی ہوگی تو وہ ہمارے ساتھ رہے گا اور اگر نیت نہ رہے گی تو کہہ دے گا جاؤ میں بیعت توڑتا ہوں اس کے بعد ہمارا اس پر کوئی حق نہیں رہے گا۔ بہرحال جب کوئی شخص ہمارے پاس آجاتا ہے تو اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ہمارے بتائے ہوئے طریق کے مطابق کام کرے۔ کیونکہ بیعت کے بعد کسی مومن کا یہ کام نہیں کہ وہ اپنا قدم پیچھے ہٹائے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینہ گئے۔ تو انصار نے آپ سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ اگر مدینہ پر کوئی قوم حملہ آور ہوئی تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ لیکن اگر مدینہ سے باہر جنگ کرنی پڑی۔ تو ہم ساتھ نہیں دیں گے۔

جنگ بدر کے موقع پر

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کو اکٹھا کیا اور فرمایا اے لوگو مجھے مشورہ دو۔ مہاجرین نے کہا یا رسول اللہ مشورہ کا کیا سوال ہے آپ آگے بڑھیں اور لڑیں ہم آپ کے ساتھ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا اے لوگو مجھے مشورہ دو۔ مہاجرین نے پھر کہا۔ یا رسول اللہ ہماری رائے تو یہی ہے کہ آپ لڑیں۔ آپ نے پھر فرمایا۔ اے لوگو مجھے مشورہ دو۔ اس پر انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا۔ اور اس نے کہا یا رسول اللہ شاید لوگوں سے مراد آپ کی ہم انصار ہیں۔ کیونکہ مہاجرین تو پے در پے کھڑے ہو رہے ...... نے اور انہوں نے اپنی خدمات پیش کیں۔ مگر آپ نے یہی فرمایا اے لوگو مجھے مشورہ دو۔ اس لئے شاید اس سے مراد ہم انصار ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ بے شک جب اسلام کا نور ابھی ہم میں کامل طور پر داخل نہیں ہوا تھا تو ہم نے آپ سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ ہم مدینہ میں ہی دشمن سے لڑیں گے۔ مدینہ سے باہر اگر جنگ ہوئی تو اس میں شامل نہیں ہوں گے۔ مگر یا رسول اللہ اب تو اسلام ہمارے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا ہے۔ سامنے سمندر ہے آپ ہمیں حکم دیجئے ہم ابھی اس میں کود پڑتے ہیں۔ اور آپ یہ مت خیال کیجئے۔ کہ ہم آپ سے پیچھے رہیں گے۔ خدا کی قسم ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی۔ آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور کوئی دشمن اس وقت تک آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گذرے۔

یہ وہ ایمان ہے

جو بیعت کے بعد ہر انسان کو حاصل ہونا چاہیئے۔ اور یہی ایمان ہے جس کے پیدا کرنے کا آپ لوگوں نے اقرار کیا ہے اس کے بعد اگر نظام سلسلہ کی طرف سے کسی کی اصلاح کی غرض سے کوئی قدم اُٹھایا جائے تو اس کا کوئی حق نہیں کہ وہ اس پر شور مچائے۔ آخر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اصلاح کی جائے اور اس کے لئے کوئی سامان نہ کئے جائیں۔ یہ تو ویسی ہی بات ہو جاتی ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ کوئی کنجوس شخص تھا اس کا یہ طریق تھا کہ وہ ایک عورت سے شادی کرتا کچھ دنوں بعد اس کے روپیہ اور زیور وغیرہ پر قبضہ کر کے اسے چھوڑ دیتا۔ پھر دوسری شادی کرتا کچھ عرصہ کے بعد اسے بھی چھوڑ دیتا۔ اسی طرح اس نے کئی شادیاں کیں اور کسی نہ کسی بہانے سے سب کو نکال دیا۔ آخر ایک اور عورت سے شادی کی وہ ہوشیار اور عقلمند تھی۔ کئی مہینے گذر گئے مگر اس نے کوئی ایسا موقع پیدا ہونے نہ دیا جو اسے ناگوار گذرتا۔ اس شخص کو خیال آیا کہ اگر یہ اس طرح میرے پاس رہی تو میں اس کے زیورات وغیرہ پر قبضہ کس طرح کر سکوں گا پھر وہ بھی چونکہ بڈھا ہو چکا تھا۔ اسکے دل میں خیال آیا کہ اگر میں مر گیا تو میری دولت پر بھی قابض ہو جائے گی۔ ایک دن یہ سوچ کر باورچی خانہ میں چلا گیا۔ بیوی روٹیاں پکا رہی تھی۔ جاتے ہی اُس نے جوتا اٹھا لیا اور بیوی کے سر پر مارنے لگا اور کہنے لگا کم بخت تو روٹی تو ہاتھوں سے پکاتی ہے تیری کہنیاں کیوں ہلتی ہیں

وہ عورت عقلمند تھی

کہنے لگی۔ آپ ناراض ہو کر کیوں اپنی طبیعت خراب کر رہے ہیں روٹی تیار ہے۔ کھانا کھا لیجئے۔ اس کے بعد جتنا جی چاہے مجھ پر غصہ نکال لیں۔ خیر اس کی بات کو مان کر وہ کچھ ٹھنڈا ہوا اور روٹی کھانے بیٹھ گیا۔ جب روٹی کھا رہا تھا تو بیوی جوتا لے کر کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی کم بخت تو کھانا تو منہ سے کھاتا ہے تیری داڑھی کیوں ہلتی ہے۔ خاوند نے ہاتھ جوڑ دیئے کہ آج سے میرا تیرا مقابلہ بند ہوا تو جیتی اور میں ہارا۔ جس طرح روٹی پکاتے ہوئے کہنی ہلے گی اسی طرح کھانا کھاتے ہوئے داڑھی ہلے گی۔ اسی طرح جب کوئی شخص لوگوں کی اصلاح کرنا چاہے گا تو اسے بعض لوگوں کو سزا بھی دینی پڑے گی۔ پس اصلاح کے بتائے ہوئے طریقوں پر آپ لوگ کام کریں

ہر شخص کا یہ فرض ہے

کہ جب وہ کسی کا عیب دیکھے اسے خود دور کرنے کی کوشش کرے اور دیکھے کہ اس کی اصلاح ہو گئی ہے تو وہ خاموش ہو جائے اور اس عیب کا کسی دوسرے کے پاس ذکر تک نہ کرے اور اگر وہ دیکھتا ہے کہ وہ خود اصلاح نہیں کر سکتا تو محلہ کے پریذیڈنٹ وغیرہ کے پاس پہنچے اور اگر دیکھے کہ وہ بھی توجہ نہیں کرتے تو پھر جو ان پر عہدیدار مقرر ہیں انہیں توجہ دلائے۔ مثلاً لڑائی جھگڑوں کے معاملات نظارت امور عامہ میں پیش کرنے چاہئیں اور اصلاح یا بیعت یا ہمی وغیرہ کے لئے اصلاح و ارشاد کے محکمہ میں جانا چاہیئے۔ لیکن ان کے علاوہ اور کسی کے پاس دوسرے کا عیب بیان نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اگر کوئی کرے گا تو وہ فتنہ کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ یہ طریق ہے جو اصلاح کا ہے اگر آپ لوگ اسکو چلانے میں مدد دیں گے دیکھیں گے کہ روزانہ لڑائی جھگڑے اور فتنے کس طرح دور ہو جاتے ہیں۔

ہر چیز ہمیشہ اپنے ماحول میں پنپتی ہے

ایک باغی تبھی پنپ سکتا ہے جب وہ اپنے ارد گرد بغاوت کی باتیں سنتا ہے اگر بغاوت کی باتوں پر سرزنش کی جائے تو باغی پیدا ہونے بھی بند ہو جائیں گے۔ اسی طرح لڑائی جھگڑے بھی تبھی پیدا ہوتے ہیں جب انسان لڑائی جھگڑوں کی باتیں سنتا ہے اگر باتیں ہونی بند ہو جائیں تو لڑائی جھگڑے بھی نہیں ہوں گے اور اسی دنیا میں آپ لوگوں کو جنت مل جائے گی قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کیلئے اللہ تعالیٰ نے دو جنتوں کا وعدہ کیا ہوا ہے ایک اس جہان میں جنت ملا کرے گی اور ایک اگلے جہان میں جنت ملے گی۔ مگر آپ روز انسان اس دنیا میں جہنم دیکھتے ہیں مگر پھر بھی جنت کی امید رکھتے ہیں۔ جنت کی تعریف خدا تعالیٰ نے یہ کی ہے کہ وہاں دل میں کسی کے متعلق کوئی بغض اور کینہ نہیں ہوگا۔ پس ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے دلوں کو دوسروں کے بغض اور کینہ سے پاک کر دیں تاکہ

اس دنیا میں ہمیں جنت حاصل ہو

یہ ٹھیک ہے بعض دفعہ کسی کی اصلاح کی غرض سے کوئی قدم اٹھانا پڑتا ہے تو ساتھ ہی [illegible] ہے اور بعض لوگ اس کے سلسلہ میں پروپیگنڈا شروع کر دیتے ہیں کہ ابھی ہم قدم سے بے اعتنائی ہی شروع ہو جائے گی کیونکہ ہم نے یہ قدم اس کی اصلاح کی خاطر اٹھایا ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ آج تک کسی ایک شخص کا بھی میرے دل میں بغض پیدا نہیں ہوا ہاں ان افعال سے بغض ضرور ہوتا ہے جو سلسلہ احمدیہ اور دین اسلام کے خلاف کئے جاتے ہیں۔ لیکن افعال سے بغض بغض نہیں کہلاتا بلکہ وہ اصلاح کا ایک ذریعہ ہوتا ہے جیسے چوری کو برا سمجھتے ہیں لیکن چور سے ہمیں کوئی بغض نہیں ہوتا وہ اگر چوری چھوڑ دے تو ہم ہر وقت اس سے صلح کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔ بس

اصلاح محبت کے جذبات کے ماتحت کرنی چاہئے

لیکن میں نے دیکھا ہے بعض لوگ محض دوسرے کو نقصان پہنچانے کی خواہش میں دوسرے کی شکایت کر دیتے ہیں ان کے مدنظر یہ نہیں ہوتا کہ اس کی اصلاح ہو جائے۔ بلکہ یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح اسے نقصان پہنچے ایسے لوگ جب میرے پاس کسی کے متعلق شکایت کرتے ہیں اور میں محبت اور پیار سے اسے سمجھاتا ہوں اور وہ سمجھ جاتا ہے تو شکایت کرنے والے کہنے لگ جاتے ہیں۔ بھلا اصلاح کس طرح ہو ہم نے فلاں کی شکایت خلیفۃ المسیح تک بھی پہنچائی مگر انہوں نے کچھ نہ کیا گویا ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جن کی شکایت کی جائے اُن کے خلاف ضرور کوئی قدم اٹھایا جائے حالانکہ یہ اصلاح کا آخری طریق ہے اس سے پہلے ہمیں محبت اور پیار سے دوسروں کو سمجھانا چاہیئے۔ اور اگر وہ سمجھ جائیں تو ہمیں خوش ہونا چاہیئے۔ کہ ہمارے ایک بھائی کی اصلاح ہو گئی۔

مکرم ڈاکٹر عبد السلام ایف آر ایس لنڈن کی مدراس میں آمد

اسلامک سنٹر میں اُن کے اعزاز میں ٹی پارٹی دی گئی

۵۰۰ سال میں انشاء اللہ روحانی سائنس کو مادی سائنس پر غلبہ حاصل ہوگا (ڈاکٹر عبد السلام)

محترم ڈاکٹر عبد السلام صاحب احمدی ایک مایہ ناز سائنس دان اور امپیریل کالج آف سائنس لنڈن کے شعبہ ریاضیات کے صدر ہیں۔ حکومت ہند نے آپ کو ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں لیکچر دینے کے لئے مدعو کیا ہے۔ چنانچہ اس پروگرام کے مطابق پہلے آپ آل انڈیا سائنس کانگریس بمبئی کے اجلاسات میں شریک ہوئے۔ اور مورخہ ۱۱ر جنوری کو بمبئی سے مدراس بذریعہ طیارہ تشریف لائے۔ ہوائی اڈہ پر جماعت احمدیہ کی طرف سے خاکسار، مکرم نوجوان صاحب اور مکرم مرزا عزیز بیگ صاحب نے آپ کا استقبال کیا اور پھولوں کے ہار پہنائے۔ مدراس میں آپ کا قیام ڈاکٹر الاڈی رام کرشنن پیلا یونس کے ہاں تھا اسلئے محترم ڈاکٹر عبد السلام صاحب اور اُن کے میزبان کے مشورہ اور اجازت سے ہم نے "اسلامک سنٹر" میں ۱۲ر جنوری کی شام کو محترم ڈاکٹر عبد السلام صاحب کے اعزاز میں ایک ٹی پارٹی دیئے جانے کا انتظام کیا۔ وقت کم تھا۔ لہذا احباب اس تقریب سے تبلیغی فائدہ اُٹھانے اور اسے کامیاب بنانے کی مساعی میں مشغول ہوگئے۔ شہر کے ذی علم اور ذی اثر احباب کو اس تقریب پر مدعو کیا گیا۔

مورخہ ۱۲ر جنوری کی شام کے ساڑھے پانچ بجے محترم ڈاکٹر عبد السلام صاحب معہ ڈاکٹر الاڈی صاحب اسلامک سنٹر تشریف لائے۔ گیٹ پر معزز مہمانوں کا احباب جماعت نے استقبال کیا۔ احباب جماعت سے فرداً فرداً آپ کا تعارف کروایا گیا۔ احباب جماعت کو محترم ڈاکٹر صاحب سے اور محترم ڈاکٹر صاحب کو احباب سے مل کر ایک روحانی مسرت ہوئی۔ اور آپ نے ان محبت بھرے جذبات کا اپنی تقریر میں بھی اظہار کیا۔

چائے نوشی سے فارغ ہوکر مکرم پروفیسر مولوی محمد صاحب ایم۔ اے صدر جماعت احمدیہ مدراس کی زیر صدارت اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن مجید خاکسار نے کی۔ بعد ازاں محترم صدر صاحب نے حاضرین سے محترم ڈاکٹر عبد السلام صاحب کا تعارف کروایا۔ اور آپ کی قابلیتوں کا اظہار کیا۔ اور جماعت کی طرف سے آپ کی کامیابیوں پر مبارکباد دیتے ہوئے آپ کو مدراس آنے پر خوش آمدید کہا۔ صدر محترم نے اس حقیقت کا بھی اظہار کیا کہ ایک زمانہ تھا جب یوروپین لوگ ہندوستان میں علم سکھانے کے لئے آیا کرتے تھے۔ مگر اب وقت آگیا ہے کہ ایشیائی ہندوستانی یوروپین لوگوں کو علوم و فنون سکھانے جا رہے ہیں۔ اور ایسے ہی لوگوں میں ایک محترم ڈاکٹر عبد السلام صاحب ہیں۔ جو امپیریل کالج آف سائنس لنڈن کے شعبہ ریاضیات کے صدر ہیں۔ اور یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے اور اُن کے اس اعزاز پر جماعت کو بھی ایک فخر ہے۔

اس ایڈریس کے جواب میں محترم ڈاکٹر عبد السلام صاحب نے جماعت احمدیہ مدراس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بیان فرمایا۔ کہ ہمارے اندر جو احمدیت کا رشتۂ اخوت ہے اُس کی مثال نہیں ملتی۔ اور یہی اخوت مجھے آپ بھائیوں کے پاس لائی۔ میں حکومت ہند کا ممنون ہوں کہ اس نے مجھے اس دفعہ قادیان مرکز احمدیت کی زیارت کرنے کی سہولت بھی بہم پہنچائی۔ میں ڈاکٹر الاڈی کا بھی ممنون ہوں۔ کہ اُن کی محبت اور سائنس کے تعلقات مجھے مدراس لانے کا باعث ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اس تقریب پر مجھے چونکہ کوئی خاص تقریر نہیں کرنا۔ اسلئے اگر احباب مجھ سے سائنس یا لنڈن کے طریقۂ تعلیم وغیرہ کے بارہ میں کوئی سوال کرنا چاہیں تو میں اُن کے جوابات دوں گا۔ اس پر مختلف دوستوں نے سائنس و مذہب۔ انگلستان کی مذہبی حالت۔ فضاء اور خلاء سے متعلق سوالات کئے۔ اور ڈاکٹر عبد السلام صاحب نے اُن کے تسلی بخش جواب دیئے۔ انہیں سوالات کے ضمن میں آپ نے فرمایا۔ کہ حالات کی رفتار بتا رہی ہے کہ ۵۰۰ سال میں روحانی سائنس یعنی مذہب کو مادی سائنس پر غلبہ حاصل ہوگا۔ اسلام ایک فطرتی مذہب ہے۔ اس کی پاکیزہ تعلیم انسان کو تحقیقات اور نئی ایجادات کے لئے ابھارتی ہے۔ اسلئے مذہب اسلام اور سائنس میں کوئی تصادم نہیں۔ ہاں قرآن مجید کو صرف سائنس کی کتاب سمجھنا درست نہیں۔ بے شک وہ سائنس کے اصولوں کو بیان کرتا ہے۔ لیکن سائنس کے نظریات آئے دن بدلتے رہتے ہیں۔ مگر قرآنی تعلیم غیر متبدل ہے۔

چونکہ نماز مغرب کا وقت ہو گیا تھا۔ اسلئے یہ علمی فضا اور خوشگوار مجلس بعد شکریہ و دعا برخواست ہوئی۔ نماز مغرب محترم ڈاکٹر عبد السلام صاحب نے احباب جماعت کے ساتھ "اسلامک سنٹر" میں ادا فرمائی۔ نماز سے فارغ ہوکر اور احباب سے دوبارہ مل کر اپنے میزبان مکرم ڈاکٹر الاڈی صاحب کے ہمراہ اُن کے مکان پر واپس تشریف لے گئے۔ اور مورخہ ۱۳ر جنوری کو گیارہ بجے قبل دوپہر بذریعہ طیارہ حیدر آباد تشریف لے گئے۔ حیدر آباد میں بذریعہ فون اطلاع کر دی گئی تھی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ محترم ڈاکٹر صاحب کو مزید ترقیات و اعزازات سے نوازے اور خدمت اسلام کی بھی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خاکسار شریف احمد امینی

انچارج احمدیہ مسلم مشن مدراس

منقولات

بمبئی کے اخبارات میں ڈاکٹر عبد السلام کا ذکر

بمبئی ۸ر جنوری۔ امپیریل کالج لندن کے شعبہ ریاضیات کے صدر اور رائل سوسائٹی آف لندن کے پہلے پاکستانی مسلمان ممبر ڈاکٹر عبد السلام جو ہندوستانی سائنس کانگریس کے اجلاس میں شرکت کے لئے بمبئی تشریف لائے ہیں۔ گذشتہ شب کو احمدیہ مشن لائبریری کلب بیک روڈ کے ایک استقبالیہ تقریب میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ سائنس کی ترقی اسلام کے اصولوں کے خلاف نہیں ہے۔ اسی لئے پندرھویں صدی عیسوی تک سائنس پر مسلمانوں کا قبضہ رہا۔ اور اسی لئے مسلمان دنیا میں برسر اقتدار رہے جب سے مسلمانوں نے سائنس کو خیر باد کر دیا یورپ کی قوموں نے سائنس کو اپنا لیا اور وہ آج تک ترقی کرتے جا رہے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج یورپ کی قومیں ترقی پذیر ہیں۔

آپ نے کہا کہ کسی زمانے میں سائنس مسلمانوں کا ایک خاص فن تھا۔ مسلمانوں نے یونانیوں سے بہت کچھ حاصل کیا۔ اور اس میں اپنی طرف سے خود بھی بہت سے اضافے کئے۔ ترکوں کے دور میں بھی مسلمان اپنے وقت کے بڑے سائنسدان رہ چکے ہیں اور اس وجہ سے مسلمان اپنے سمندری بیڑے میں آئے دن نت نئی جدتیں پیدا کرتے تھے اور یورپ کی قومیں مسلمانوں سے خوفزدہ رہتی تھیں۔

آپ نے کہا کہ میں پورے یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان، ہند اور انگلستان کے طلباء کی ذہانت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر پوری قوم نے اس اہم ترین ضرورت کی طرف توجہ کی تو وہ دن دور نہیں ہے کہ جب مسلمان ترقی کرے گا بلکہ سائنس کی دنیا میں آگے بڑھتا جائے گا

جلسہ کے صدارتی فرائض جناب سمیع اللہ صاحب نے انجام دیئے۔

(روزنامہ ہندوستان بمبئی ۸ جنوری)

پنڈت نہرو کنبھ میلہ میں

پنڈت نہرو جب الٰہ آباد سے کنبھ میلہ میں پہنچے تو ایک لاکھ یاتریوں اور سادھوؤں نے آپکا استقبال کیا۔ پنڈت نہرو نے گنگا مائی کی جے کے نعروں میں پھول اور ناریل گنگا اور جمنا کی نذر کئے۔ اور پنڈتوں نے وید منتروں کے ساتھ آب گنگا جل ارشی کی اور یاتریوں نے پنڈت نہرو کی جے کے نعرے لگائے۔ لیکن یہ معلوم ہے کہ کنبھ میلہ کی شرکت پنڈت نہرو کا ذاتی معاملہ ہے۔ گنگا اور جمنا پر ناریل کی بھینٹ چڑھائیں یا سادھوؤں کی یا پنڈت لوگ وید منتروں کے ساتھ آپ پر گنگا جل چھڑکیں۔ ان میں سے کوئی بات بھی سیکولرازم کے منافی نہیں۔ ویسے پنڈت نہرو خود تک کے قائل نہیں لیکن پھر بھی پنڈت ہیں اسلئے انہیں تمام رسوم میں شرکت کا حق حاصل ہے جن کا تعلق ہندو دھرم سے ہے۔ لیکن جب کانگریس کے کھلے اجلاس کا آغاز وید منتروں سے کیا جاتا ہے تو یہی چیز قابل اعتراض بن جاتی ہے۔

طلباء اور پولیس

لکھنؤ کے طلباء پر ہلڑ بازی کا الزام لگایا گیا ہے۔ خبر ہے کہ وہاں کے طلباء نے پولیس اور کاروں پر پتھراؤ کیا، روشنی کے بلب توڑے اور ایک رکشہ والا پھونک دیا جس کے نتیجہ میں چالیس طلباء گرفتار کئے گئے اور دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی۔ ہم نے ہمیشہ طلباء کی اس طرح کی حرکت کی مذمت کی ہے لیکن ہر جگہ صرف طلباء ہی قصور وار نہیں ہوتے بلکہ صورت حال کی ذمہ داری لیکچروں، پروفیسروں اور یونیورسٹی کے عملہ پر بھی عائد ہوتی ہے یہ فیصلہ بہت مشکل ہے کہ لیکچروں کا قصور زیادہ ہوتا ہے یا طلباء کا۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ طلباء کو پولیس کے ڈنڈوں سے درست نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ہر جگہ پولیس سے کام لیا گیا اور یونیورسٹیاں

انسان کے بنیادی حقوق

مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی کی تقریر بر موقع جلسہ سالانہ ۱۹۵۹ء

(۳)

بیان کیا جا چکا ہے کہ فی الحقیقت خاندانی۔ نسلی اور قومی تفاخر کا سب سے بڑا ذریعہ سیاسی اقتدار ہی ہوتا ہے۔ بایں ہمہ ہم کو مسلم معاشرے میں اقتدار عامہ کی اس مسند پر بھی جا بجا غلام نظر آتے ہیں۔

میں اس جگہ حضرت امام زہری رحمتہ اللہ علیہ اور خلیفہ عبد الملک بن مروان کا ایک مکالمہ درج کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت زہری ممالک اسلامی کی سیر و سیاحت کر کے خلیفہ عبد الملک کے پاس پہنچے تو اس نے بہت سے صوبوں کے متعلق پوچھا کہ اس وقت وہاں کے گورنر کون ہیں۔ زہری ہر صوبہ کے متعلق کہتے جاتے ہیں کہ وہاں کے گورنر وہ ہیں جو نسلاً غلام ہیں۔

عبد الملک پوچھتے ہیں۔ کہیے اس وقت مکہ کے گورنر کون ہیں؟ زہری جواب دیتے ہیں۔ عطاء بن رباح جو نسلاً غلام ہیں۔

عبد الملک پوچھتے ہیں کہ غلام عربوں کا سردار کیسے ہو گیا۔ زہری جواب دیتے ہیں کہ دیانت اور روایت کی وجہ سے۔ عبد الملک تسلیم کرتے ہیں کہ واقعی اہل دیانت و روایت ہی سرداری کے مستحق ہیں۔

خلیفہ عبد الملک نے پھر یمن۔ مصر۔ شام۔ الجزائر۔ بصرہ اور کوفہ کے گورنروں کے متعلق دریافت کیا۔ اور حضرت زہری نے کوفہ کے سوا وہ ہر جگہ کے متعلق کہا کہ وہاں کے گورنر غلام ہیں۔ خصوصاً شام کے متعلق کہا کہ اس کے گورنر مکحول دمشقی ہیں۔ جو خالص حبشی نسل کے غلام ہیں۔ حضرت زہری نے جن گورنروں کا ذکر کیا ان کے نام یہ ہیں۔

حضرت عطاء بن رباح
" طاؤس بن کیسان
" یزید بن حبیب
" مکحول دمشقی
" میمون بن مہران
" ضحاک بن مزاحم
" حسن بن ابی الحسن

مسلم ثقافت کے ہیرو

جو لوگ تاریخ اسلام یا فن اسماء رجال سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ سارے کے سارے غلام مسلم ثقافت کے ہیرو ہیں۔ انہیں صرف سیاسی اقتدار ہی حاصل نہیں تھا۔ بلکہ احادیث۔ روایت اور دوسرے امور میں بھی یہ مرجع خلائق تھے۔

مصر کے سلاطین مملوک

اب میں درمیان کی کڑی کو چھوڑ کر دو ملک مصر و ہندوستان کی طرف آتا ہوں۔ اس لئے کہ یہ دونوں وہ ممالک ہیں۔ جہاں مسلم معاشرے میں غلاموں نے سیاسی و ملکی اقتدار کا اعلیٰ جوہر دکھایا ہے۔

حملہ ہلاکو

۱۲۵۸ء یعنی وہ ہیبت ناک سال جب ہلاکو خاں کی فوج نے دار الخلافت بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ خاندان خلیفہ کے اکثر افراد کو گن گن کے قتل کرا دیا اور پورا مشرق وسطےٰ بلیوں اچھلنے لگا کہ پورا عالم اسلام اس کے فاتحانہ قدموں سے لرز اٹھا۔ اس وقت کس نے تاتاریوں کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا۔ کس نے پھر تاتاریوں کو مسلمانوں کی تلوار کا جوہر دکھایا۔ اور کس نے ان کے مظالم سے مشرق وسطےٰ کو نجات دلائی۔ آپ کو معلوم ہے وہ کون ہے۔ وہ بیبرس بندقداری ہے۔ یہ اس وقت غلام تھا۔ مگر مصری افواج کا کمانڈر انچیف تھا۔ ہلاکو خاں جب بغداد کو تباہ کر کے مصر کی طرف بڑھا۔ اور وہاں مصر کے بادشاہ ملک مظفر سیف الدین کو اطاعت قبول کرنے کا حکم بھیجا۔ تو وہ فکر مند ہوا۔ اس وقت بیبرس بندقداری نے مصری افواج کی کمان سنبھالی۔ اور ہلاکو خاں کی سیلابی فوج کو روکنے کے لئے مصر سے نکلا۔ شام آیا۔ اور "عین جالوت" نامی مقام پر ہلاکو خاں کی فوج کو روکا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ تاتاری فوجوں کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے مگر یہ حوصلہ مندی بیبرس بندقداری کے مقابلہ میں کچھ کام نہ آئی۔ بیبرس کی تلوار تاتاری سپہ سالار کے سینہ میں پیوست ہو گئی۔ تاتاریوں کو سخت شکست ہوئی۔ مسلمانوں نے میدان جیت لیا۔ اور ایک سال کے خوف و ہراس کے بعد پھر ایک بار قوت و ہیبت کے ساتھ اللہ اکبر کا فاتحانہ نعرہ لگایا۔

بیبرس کی تاجپوشی

بیبرس کی اس شاندار کامیابی نے ان کو مصر کا بادشاہ بنا دیا۔ ملک مظفر کے بعد ہی تخت پر بٹھایا گیا۔ یہ محض اسلامی تربیت کا نتیجہ اور "حریت ذات" کا عقیدہ تھا کہ غلامی بیبرس کی بادشاہت کے راستہ میں روک نہ بن سکی۔ اور وہ متفقہ طور پر مصر کا بادشاہ تسلیم کر لیا گیا۔

تاتاریوں کا دوسرا حملہ بیبرس کے عہد حکومت میں تاتاریوں نے شام پر دوسرا حملہ کیا۔ اس مرتبہ بیبرس کا ایک کمانڈر مقابلہ کو آیا۔ اور تاتاریوں کو شکست پر شکست دے کے شام کو ان سے خالی کرا لیا۔

تاتاریوں کا تیسرا حملہ

بیبرس کے عہد میں تاتاریوں نے فرات پر تیسری بار چڑھائی کی۔ یہ حملہ پچھلے دونوں حملوں سے خوفناک تھا۔ بیبرس بندقداری خود مقابلہ کو نکلا۔ سخت خونریز جنگ ہوئی۔ طرفین کے قریب قریب ایک لاکھ مارے گئے۔ آخر بازی بیبرس نے جیت لی۔ اور تاتاری ہزیمت اٹھا کر بھاگ گئے۔

تاتاریوں میں اسلام

حملہ تاتار تاریخ اسلام کا ایک زبردست المیہ ہے مگر اس اعتبار سے کہ اس کے بعد ہی ایک اولو العزم قوم کا اسلام میں داخلہ ہوا۔ تاریخ اسلام کا ایک خوش کن باب ہے۔ میں اس جگہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ تاتاریوں نے اسلام بھی مصر کے انہیں غلام بادشاہوں کے باعث قبول کیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ بیبرس کے بعد

ملک منصور غلام

۱۲۸۱ء میں ہلاکو خاں کے دو بیٹوں نے زبردست لشکر کے ساتھ شام پر فوج کشی کی۔ ان دنوں مصر کا بادشاہ ملک منصور تھا۔ یہ بھی غلام تھے۔ انہیں آق سنقر نے ایک ہزار دینار میں خریدا تھا۔ مگر اپنی اعلیٰ صلاحیت کے باعث اب وہ شاہ مصر تھے۔

ہلاکو خاں کے دو بیٹوں نے جب چوتھی بار شام پر فوج کشی کی تو یہ مقابلہ کو نکلے۔ حمص کے قریب لڑائی ہوئی۔ سخت لڑائی کے بعد ہلاکو خاں کا لڑکا منگو تیمور مارا گیا۔ اور دوسرا لڑکا اباقاخاں جان بچا کر بھاگا۔ اور ہمدان میں اپنے بھائی تگودار خاں کے ہاں پناہ لی۔ مگر اس نے اباقاخاں کو زہر دے کر مار ڈالا۔ اور خود مسلمان ہو گیا۔ اور اپنا نام احمد خاں رکھا۔ اس کے بعد بالعموم تاتاری مسلمان ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہلاکو خاں کے پوتے غازان سلطان بھی اپنی ڈیڑھ لاکھ فوج کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ اور دن رات عبادت الٰہی میں بسر کرنے لگا۔ اس کے بعد خاندان کے اکثر افراد نے اسلام قبول کر لیا۔

تاتاریوں کے قبول اسلام میں مصر کے سلاطین مملوک یعنی غلام بادشاہوں کے کردار کا بڑا دخل ہے۔ جب ان سے تاتاریوں کا مقابلہ ہوا۔ اور پے در پے شکستیں کھائیں تو فتح کا خمار اتر گیا۔ قتل و خونریزی سے بھی طبیعت اچاٹ ہو گئی۔ وہ اسلام کی طرف متوجہ ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔

صفات بیبرس

مصر کے ان غلام بادشاہوں نے تین سو سال تک حکومت کی۔ ان کا زمانہ حکومت نہایت بابرکت اور خوشحال زمانہ سمجھا جاتا ہے کسی آزاد مصری یا مسلمان نے ان کی حکومت میں اپنی کسر شان نہیں سمجھی۔ بلکہ وہ اپنے ان بادشاہوں کی تعریف میں اب تک رطب اللسان ہیں۔ مثلاً وہ ابھی تک بیبرس بندقداری کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ بہترین تیر انداز۔ شمشیر زن اور نیزہ باز تھا۔ عمل کا عاشق اور شریعت کا پابند تھا۔ انہوں نے مصر میں نشہ بندی کا قانون نافذ کیا اور کامیاب ہوا۔ وہ بے مثل سخی اور فیاض تھا۔ اس نے بیکسوں کی تجہیز و تکفین کے لئے خود اپنی جائیداد وقف کر دی۔

مسلمان خواہ کسی نسل و خاندان سے ہوں آج تک مصر کے بادشاہ بیبرس کی یہ صفات یاد کرتے ہیں۔ اور ان کے سامنے خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

اسلام اور حریت ذات

اس کی وجہ یہی ہے کہ اسلام حریت ذات کا قائل ہے ان کے نزدیک نسل کوئی چیز نہیں۔ وہ صلاحیت و کردار کا پرستار ہے۔ اسے قرآن پاک نے یہ تعلیم دی ہے۔

انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوباً و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

ہم نے تم کو مرد و عورت کے ملاپ سے پیدا کیا ہے۔ اور گروہوں اور قبائل میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک وہی قابل عزت ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

اور پھر ان کے متعلق پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیم ہے کہ

اخوانکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن کان اخوہ تحت یدیہ فلیطعمہ مما یاکل۔ ولیکسہ مما یلبس ولا یکلفہ ما یغلبہ فان کلفہ ما یغلبہ فلیعنہ

یہ (غلام) تمہارے بھائی ہیں جن پر خدا نے تم کو بالادستی دے دی ہے۔ پس جس کا کوئی بھائی اس کے زیر دست ہو تو لازم ہے کہ بس کو وہ کھلائے جو خود کھاتا ہے۔ اور اس کو وہ پہنائے جو خود پہنتا

ہے۔ اور اس کو کوئی ایسی تکلیف ہو اس کے بلئے یار ہو وہ اگر ایسی تکلیف دے تو لازم ہے کہ وہ اس کی مدد کرے۔

یا پھر آپ کی آخری نصیحت کہ

اتقوا اللہ فیما ملکت ایمانکم

اللہ سے ڈرو اور اپنے غلاموں کی حق تلفی نہ کرو۔

بڑھ کر ہاتھ بولے سے یہاں مینار اسکی ہے مسلمانوں کا حریت ذات کا یہی وتیرہ ہے۔ جس نے غلاموں کو بھی ترقی کے سارے مواقع عطا کئے۔ مسلم معاشرے میں شاہی یا گدائی کے لئے غلام یا آزاد کی کوئی تمیز نہیں۔ بلکہ یہاں کا دستور ہے۔ ع

بڑھ کر ہاتھ ہو نے سے یہاں مینا اسکی ہے

بدر جمالی اور شجرۃ الدر

مصر میں ان سلاطین کے علاوہ اور بھی کئی نام ہیں بلکہ بالکل بھی بساط سیاست کا مہرہ بنی یہی ہے جیسے بدر جمالی یا شجرۃ الدر۔

شہاب الدین غوری کے غلام

مصر کے میدان کو غلاموں کا ایک سلسلہ ہندوستان کے تخت پر متمکن نظر آرہا ہے۔ اور وہ ہے سلطان معز الدین جنہیں تاریخ ہند میں سلطان شہاب الدین غوری کہا جاتا ہے ان کے غلام۔

سلطان شہاب الدین غوری کی سیرت میں آتا ہے کہ وہ لاولد تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے ان کے سامنے اظہار افسوس کیا اور کہا کہ آپ کے گھر کوئی وارث تاج و تخت پیدا نہیں ہوا۔ اس کے جواب میں سلطان نے کہا کہ میری اولاد تو بہت ہے دیکھو میرے یہ غلام جنکی تعداد چھ ہزار ہے۔ یہی میری اولاد ہے اور میرے تاج و تخت کے مالک ہیں۔ میں نے ان میں سے ہر ایک کی بیٹوں کی طرح تربیت کی ہے۔

تاریخ نے سلطان شہاب الدین غوری کے قول کی پوری تصدیق کی ہے۔ واقعی دنیا میں ان کا نام غلاموں ہی کے باعث زندہ رہا۔ ان کے غلاموں میں چار تو ایسے ہیں جو بڑے نامور ثابت ہوئے ہیں۔ جیسے تاج الدین یلدوز۔ شاہ غزنی واضح ہو کہ سلطان شہاب الدین غوری پر اسلام کے عقیدہ "حریت ذات" کا اتنا اثر تھا کہ جس وقت اس نے اپنے غلام تاج الدین یلدوز کو غزنی کا بادشاہ بنایا۔ اس وقت اس کا زیاں بید آزاد تھا۔ زندہ تھا جو غور کا زیاں روا تھا مگر سلطان نے حکومت غزنی کے لئے اپنے غلام کو نامزد کیا۔ اور ان کے آزاد بھتیجے بادشاہ غور نے بھی اسکی بادشاہت تسلیم کر لی۔ اس سے زیادہ حریت ذات کا احترام کہاں ہوگا۔ ان مسلمان بادشاہوں کے کردار سے معلوم ہوتا ہے کہ جنہیں ہم بار بار غلام کہہ رہے ہیں۔ کسی پرانے وثیقہ میں ان کو یہ نام دیا گیا ہو گا۔ ورنہ وہ شاہی محل میں داخل ہونے کے بعد بالکل شہزادوں کی طرح رہتے۔ تربیت پاتے اور مناصب جلیلہ پر پہنچتے قرآن پاک کا یہ حکم کہ

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا به شیئا و بالوالدین احسانا و بذی القربی والیتامی والمساکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا۔

اللہ کی عبادت کرو شرک مت کرو اور احسان کرو ماں باپ رشتہ داروں یتیموں مسکینوں رشتہ داروں کے پڑوسیوں اور غیر کے پڑوسیوں۔ ساتھیوں مسافروں اور غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ۔ اللہ تعالے اترانے اور بڑائی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

شہاب الدین کے غلام

ان مسلمان بادشاہوں نے اس حکم قرآنی پر عمل کر کے ساری دنیا کے سامنے ایک ریکارڈ قائم کیا ہے

سلطان شہاب الدین غوری کا دوسرا نامور غلام قطب الدین ایبک ہے جسے انہوں نے ہندوستان میں اپنا نائب بنایا۔

تیسرا غلام ناصر الدین قباچہ ہے جس نے ۲۲ سال تک سندھ پر حکومت کی۔ اور چوتھا غلام بہاؤ الدین طغرل ہے۔

شہاب الدین غوری کے وہ غلام جو سول اور فوج کے اعلیٰ اعلیٰ عہدوں پر پہنچے بے شمار ہیں۔ لیکن ہندوستانی قطب الدین ایبک کے نام سے زیادہ مانوس ہیں۔ جن کی عظمت کی گواہی آج بھی دہلی کا قطب مینار دے رہا ہے لطف یہ ہے کہ آج بھی حیران ہو جاتے ہیں۔ کہ جب قطب الدین ایبک کو شہاب الدین غوری کی طرف سے ہند کی ولایت کی سپرد کی گئی۔ اس وقت تک وہ طوق غلامی سے بھی آزاد نہیں ہوا تھا۔

اس غلام بادشاہ نے جس عدل و رعایا پروری۔ نظم و نسق اور شان و شوکت سے ہندوستان پر حکومت کی۔ اسے ابھی تک ہندوستانی ذہن فراموش نہیں کر سکا۔ قطب الدین ایبک کے بعد اور غلام بادشاہوں نے ہندوستان پر حکومت کی۔ ان میں شمس الدین التمش۔ ناصر الدین محمود اور غیاث الدین بلبن اس حکمران خاندان کے گل سرسبد ہیں ان پر ابھی تک تاریخ ہند ان پر ناز کر رہی ہے۔ خدمت ملک و ملت کی ایک مثال ہے جو انہوں نے قائم کر دی۔ اگر ہم اس کی جگہ تاریخ کے چہرے سے اور نقاب سرکائیں تو آپ کو اسلامی

سلطان محمود غزنوی غلام زادہ

معاشرے میں "حریت ذات" کی اور قدریں نظر آئیں گی۔ سلطان محمود غزنوی جو محمد بن قاسم کے بعد ہندوستان کا پہلا فاتح ہے۔ وہ کون تھا۔ ایک ترک غلام سبکتگین کا لڑکا تھا۔ فردوسی نے اسی بناء پر ان کی ہجو میں کہا۔

پرستار زادہ نیاید بکار\
اگرچہ بود زادۂ شہریار\
اگر مادرے شہنشاہ بانو بدے\
مرا سیم و زر تا بزانو بدے

امین ہارون

اسی طرح دولت عباسیہ کا نامور فرمانروا "مامون رشید" ایک ایرانی باندی کے بطن سے تھا۔ ان کا سوتیلا بھائی امین نجیب الطرفین تھا۔ یعنی ان کی ماں بھی عرب کی مشہور آزاد خاتون زبیدہ تھیں۔ مگر امت نے مامون کی بادشاہت یا خلافت پر اتفاق کیا۔ نسلی شرافت امین کے کام نہ آسکی۔ اور پرستار زادہ ہونا مامون کے راستہ میں روک نہ بن سکا۔

ان تمام حوالجات سے ظاہر ہے۔ کہ اسلام حریت ذات کا قائل ہے۔ اس کے نزدیک ہر انسان کو آزاد شہری کی حیثیت سے جینے کا حق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جو عہد قدیم سے غلامی میں پھنسے ہوئے تھے۔ انہیں مسلمانوں نے صرف آزادی ہی نہیں کیا بلکہ انہیں اپنا آقا اور بادشاہ بھی بنا لیا۔ اگر اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اسلام میں عہد قدیم والی غلامی کا کوئی تصور ہی نہیں

ملک یمین

اسی لئے قرآن حکیم نے جا بجا غلاموں کو ملک یمین کہا ہے یعنی وہ لوگ جن پر تم کو بالا دستی حاصل ہو گئی ہے۔ اور یہ ایک ایسا محاورہ ہے جس سے کسی کی تحقیر نہیں ہوتی۔ بالا دستی ایک مالک کو نوکر پر ہوتی ہے۔ باپ کو بیٹے پر۔ شوہر کو بیوی پر اور بھائی کو بہن پر۔ مشہور فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاؤلی بان "تمدن عرب" میں لکھتے ہیں کہ

ممالک اسلام میں غلامی اس قدر کم معیوب ہے کہ کل سلاطین قسطنطنیہ لونڈیوں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں اور اس سبب سے ان کی شجاعت یا بہادری میں کوئی فرق نہیں آیا۔

پھر وہ لکھتے ہیں۔

غیر مسلم عیسائی وغیرہ کا مسلمانوں کے ہاتھوں غلام فروخت کرنا

اکثر اوقات مصر کے امراء غلاموں کو مول لے کر پرورش اور تعلیم کرتے اور اس کے بعد اپنی کسی بیٹی سے شادی کر کے اپنی کل جائداد کا مالک بنا دیتے۔ قاہرہ میں مدار اور حکام جلیل القدر اسی قسم کے نظر آتے ہیں۔ جو اپنے بچپن میں آٹھ سو روپے سے لے کر بارہ سو روپے تک بکے ہیں۔

(تمدن عرب ص ۳۴۵)

اسی قسم کے خیالات یورپ کے اور بہت سے علماء نے ظاہر کئے ہیں تو میرے دوستو! حقیقت یہ ہے کہ اسلام حریت ذات کا علمبردار ہے۔ وہ آزاد شہریوں کو غلام بنانے نہیں آیا۔ بلکہ غلاموں کو پیغام آزادی دینے آیا ہے۔ اس جگہ ہم لوگوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول یاد رکھنا چاہیئے جب حضرت عمرو بن العاص نے مصر کے قبطیوں پر تشدد شروع کیا تو آپ نے فرمایا کہ

یا عمرو متی استعبدتم الناس وقد ولدتهم امهاتهم احرارا۔

اے عمرو! تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنانا شروع کر دیا۔ ان کی ماں نے تو انہیں آزاد جنا ہے۔

تلاش گمشدہ

مولانا مولوی عبد الواحد صاحب سابق مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ایک لوئی کشمیری سفید اور اکیس روپیہ کی نقدی جلسہ سالانہ ۱۹۵۱ء قادیان کے دوران میں بوجہ دماغی تیزی گم ہو گئی ہیں۔ اگر کسی صاحب کو ملی ہو یا کوئی پتہ ہو تو ناظر صاحب امور عامہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو مطلع فرما کر مشکور فرمادیں۔

خاکسار\
محمد یوسف ڈار کشمیری\
دفتر ملیا قادیان

"اسمہٗ احمد" والی پیشگوئی کا کون مصداق ہے

از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل - قادیانی

(۴)

وھو یدعیٰ الی الاسلام سے مراد مسیح موعود ہیں نہ کہ مشرکین مکہ

جناب مولوی صدرالدین صاحب نے سورۃ صف میں مذکورہ اسمہٗ احمد والی پیشگوئی سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ازالہ اوہام والی تحریر کا جواب دینے کی بجائے وھو یدعیٰ الی الاسلام کے متعلق خامہ فرسائی کی ہے۔ حالانکہ حضرت اقدس علیہ السلام کی وہ تحریر اپنی جگہ ہے۔ اور یہ آیت اپنی جگہ۔ وھو یدعیٰ الی الاسلام والی آیت کے متعلق کچھ لکھ دینے سے اس تحریر کی تردید نہیں ہو سکتی یہ آیت تو ہماری طرف سے بطور تائیدی دلیل کے پیش کی گئی تھی۔ دراصل تو اسمہٗ احمد والی پیشگوئی کے مصداق کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے حضرت اقدس علیہ السلام کی تحریر سند کے طور پر پیش کی گئی تھی۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اسمیں مسیح موعود کے متعلق بھی پیشگوئی ہے جو میرے آنے سے پوری ہو گئی ہے۔ اس سے بچنے کے لئے مولوی صاحب نے ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ حضرت اقدس علیہ السلام کی اس تحریر سے عہدہ برا نہیں ہو سکتے۔ اور انہوں نے بھی اپنے دونوں ساتھیوں کی طرح اس کے جواب سے کنی کترائی ہے۔ اور اس کی طرف نہیں آئے۔ اس کی وجہ یہی ہے ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں اگر ان کے پاس اس کا کوئی جواب ہوتا تو وہ سب سے پہلے اسے پیش کرتے میں نے اپنے مضمون میں اسمہٗ احمد والی پیشگوئی کا مصداق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ثابت کرتے ہوئے اس سے اگلی آیت وھو یدعیٰ الی الاسلام والی آیت کو بطور تائید پیش کر کے یہ بتایا تھا کہ یہ آیت اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ اسمہٗ احمد میں حضرت اقدس علیہ السلام کا ذکر موجود ہے۔ کیونکہ اس آیت سے پتہ لگتا ہے کہ وہ آئندہ آنے والا مدعی نبوت جب مخالفین مفتری قرار دیں گے مدعو الی الاسلام ہوگا۔ یعنی ماننے کی بجائے لوگ اسکے متعلق یہ ظاہر کریں گے کہ یہ مسلمان ہی نہیں۔ اور پھر اسے اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیں گے۔ اور اسے کہیں گے کہ تو اسلام میں داخل ہو کر مسلمان بن۔ میں نے بتایا تھا کہ آنحضرت صلعم تو داعی الی الاسلام تھے مدعو الی الاسلام نہ تھے آپ نے مشرکوں کو دعوت اسلام دی تھی۔ نہ کہ مشرکین نے آپ کو اسلام کی طرف بلایا تھا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ پر دیگر مسلمان کہلانے والوں نے آپ کے مرتد ہونے کا فتویٰ دیا اور کہا کہ آپ مسلمان ہی نہیں۔ آپ کو چاہیئے کہ آپ اسلام میں داخل ہوں۔ لہذا مدعو الی الاسلام تھے۔ اور وھو یدعیٰ الی الاسلام کے الفاظ کے آپ مصداق تھے۔ پس جب آپ ان الفاظ کے مصداق تھے۔ تو یہ اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ اسمہٗ احمد والی پیشگوئی کا ظہور اس زمانہ میں آپ کے ذریعہ سے ہوا ہے۔ گویا من اظلم .... وھو یدعیٰ الی الاسلام کے الفاظ میں آپ کے متعلق مخالفین کو یہ بتایا گیا ہے کہ وہ احمد سچا ہوگا۔ لوگوں کو چاہیئے۔ کہ اسے قبول کر لیں ورنہ ان کے انکار کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ دوہرا مجرم ہے۔ ایک جرم اس کا افترا ہے یعنی جھوٹا دعوے نبوت اور دوسرا اسلام کی طرف دعوت دیئے جانے کو رد کرنا۔ اس صورت میں وہ ہلاکت سے قطعاً بچ نہیں سکتا۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اسمہٗ احمد والی پیشگوئی کے ساتھ یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ لوگ انہیں رد کر دیں گے اور ماننے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ حالانکہ وہ بقول مخالفین مفتری ہونے کے علاوہ دعوت الی الاسلام کو رد کرنے کی وجہ سے ڈبل مجرم ہوں گے اس لئے اس دہرے جرم کی پاداش میں جلد ہلاک ہونے چاہیئیں۔ اور انہیں اپنے مشن میں کامیابی نہیں ہونی چاہیئے۔ یہی خدائی قانون ہے پس ان کا ہلاکت سے بچے رہنا اور اپنے مشن میں کامیاب ہوتے چلے جانا ان کی صداقت کا بین ثبوت ہوگا۔

ان ہر دو آیات کے معاً بعد ایک اور پیشگوئی کا ذکر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے ھو الذی ارسل رسوله بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون کہ خداتعالےٰ مسیح موعود کو غلبہ اسلام کی خاطر بھیجے گا۔ ان تینوں آیات کے ملانے سے اصل مدعا صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ مگر ان کے سیدھے سادے مفہوم کو مولوی صاحب نے بگاڑ کر تمام مضمون پیچیدہ بنا کر رکھ دیا ہے۔

مولوی صاحب نے پہلی اور تیسری آیت میں مراد آنحضرت صلعم لے کر درمیان میں من اظلم ممن افتریٰ ...... وھو یدعیٰ الی الاسلام والی آیت کے متعلق کہہ دیا ہے کہ اسمیں مدعی نبوت مراد نہیں ہو سکتا۔ نہ مسیح موعودؑ مراد ہیں۔ بلکہ افتراء کرنے والے کفار مراد ہیں۔ جنہیں آنحضرت صلعم کی طرف سے دعوت الی الاسلام دی جاتی تھی۔ گویا مولوی صاحب کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دعوت الی الاسلام نہ دی جاتی تھی۔ حالانکہ ان کے اس بیان کا تعلق سیاق و سباق اور اگلی آیت سے کچھ بھی نہیں۔ دوم مخالفین کے انکار و تکذیب کا نام افتراء علی اللہ قرآن کریم میں کہیں بھی نہیں آیا کہ اس جگہ ان کے انکار و تکذیب کی وجہ سے انہیں مفتری قرار دیا جاتا ہے۔

مولوی صاحب نے کفار مراد لینے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اگر اس جگہ مَنْ سے مراد مدعی نبوت ہوتا تو وہ ایک ہی ہو سکتا تھا حالانکہ یہاں مَن جمع کے لئے لایا گیا ہے بیشک مَن سے مراد جمع بھی ہوتا ہے۔ مگر مولوی صاحب اس امر سے انکار نہیں کر سکتے کہ جھوٹے مدعی نبوت بھی تو ایک سے زیادہ ہو سکتے ہیں۔ اس لئے جمع کا صیغہ اسبات کا ثبوت نہیں کہ اس جگہ کفار ہی مراد ہیں۔ اور یہ کہ اس سے مراد مدعی نبوت نہیں۔ چنانچہ ھٰذا سحرٌ مبین کے الفاظ بھی مولوی صاحب کے خیال کی تردید کر رہے ہیں کیونکہ یہ بات مدعی نبوت ہی کو کہی جاتی ہے۔

(۲) یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ کسی کی صداقت کے اظہار کے وقت ہمیشہ مفرد ہی کا صیغہ استعمال کیا جائے بلکہ جب کسی مضمون کو دلیل بنانا مقصود ہوتا ہے۔ تو اس وقت انسب یہ ہوتا ہے کہ اسے عمومی رنگ دے کر بیان کیا جائے۔ چنانچہ قرآن کریم میں جابجا مَن کے استعمال میں اس طریق کو اختیار کیا گیا ہے۔ ایسا بیان گویا ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر سمجھا جاتا ہے یہی طریق یہاں اختیار کیا گیا ہے۔ مولوی صاحب نے من اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کے متعلق قرآن کریم سے یہ بے سود ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کفار بھی مفتری ہوتے ہیں۔ حالانکہ اس سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ بے شک کفار بھی مفتری ہوتے ہیں۔ مگر ہر جگہ نہیں بلکہ جہاں ان کے افتراء کا ذکر کرنا مقصود ہوتا ہے وہاں انکی خودساختہ رسم و رواج یا من گھڑت ملت و حرمت یا شرک اور معبودان باطلہ کا ذکر ساتھ کیا جاتا ہے۔ ان کے اس افتراء کی بناء پر انہیں وہاں مفتری قرار دیا جاتا ہے ملاحظہ ہو سورۃ انعام ع۱۳۔ سورۃ نساء ع۷۔ سورہ انعام ع۱۷۔ سورۃ مائدہ ع۱۴ اور سورۃ یونس ع۹ وغیرہ۔

مگر اس جگہ تو مذکورہ تینوں امور میں سے کسی امر کا بھی ذکر موجود نہیں۔ پھر مَن سے خواہ مخواہ کفار کیوں مراد لئے جائیں۔ اور سیاق و سباق کے مطابق مدعی نبوت کیوں نہ مراد نہ لیا جائے۔

(۳) ازیں یہ بھی یاد رہے کہ کسی معنی کو کسی جگہ چسپاں کرنے کے لئے صرف اسی قدر ہی کافی نہیں کہ یہ دیکھ لیا جائے کہ کسی لفظ سے دوسری جگہ کیا مراد ہے۔ بلکہ سب سے زیادہ یہ امر ضروری ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ زیر بحث مقام پر کونسے معنی چسپاں ہو سکتے ہیں اور یہ کہ سیاق و سباق کن معنوں کی تائید کرتا ہے سیاق و سباق کسی معنی کو رد کرتا ہے تو گو وہ معنی قرآن کریم میں دوسری جگہ موجود ہی ہوں۔ پھر بھی یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ معنی اس خاص مقام میں بھی مراد ہوں۔ چنانچہ اس آیت سے قبل اسمہٗ احمد والی پیشگوئی کا ذکر ہے جس میں ایک مدعی نبوت کی بعثت کی پیشگوئی کا ذکر ہے۔ اور اس کے بعد من اظلم والی آیت میں اسی کی صداقت کو بیان کیا ہے کیونکہ اس میں ایک قاعدہ کلیہ یا معیار صداقت کا بیان ہے جس میں مخالفین کو ملزم قرار دیا گیا ہے۔ اور قاعدہ کلیہ کے ذکر میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ مدعی جس کا یہاں ذکر ہے۔ اگر اظلم ہو تو بھی تمہاری مخالفت کی ضرورت نہیں۔ ہم اپنی سنت کے مطابق خود ہی اسے کیفر کردار تک پہنچا سکتے ہیں۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو تمہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ سچا ہے۔ تمہیں اس کی صداقت کا اقرار کر کے اسے قبول کر لینا چاہیئے جس طرح اس آیت سے قبل ایک رسول کی پیشگوئی کا ذکر موجود ہے۔ پس اس سے قبل اور بعد والی ہر دو آیات ہمارے معنوں کی مؤید ہیں پھر درمیان میں بھی مدعی نبوت اور اسکی صداقت کے معیار و علامت کا ذکر ہے نہ کہ اسکے مقابل کفار مفترین کا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ انبیاء بینات لے کر آتے ہیں اور مخالفین ان کا انکار کر دیتے بلکہ انہیں اُلٹا سحر قرار دیتے ہیں چنانچہ اس سے قبل اللہ تعالےٰ نے بتایا ہے کہ وہ نبی بینات لے کر آئے گا۔ مگر مخالفین کو سحر قرار دیں گے۔ اور قرآن کریم سے یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ ہمیشہ منکرین ہی انبیاء کو ساحر اور ان کے الہام و کلام و بینات کو سحر قرار

دیتے چلے آئے ہیں۔ جس سے ان کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ انہیں جھوٹا اور مفتری قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی یہی ذکر ہے۔ کہ مخالف باوجود بینات کے اسے ساحر اور مفتری قرار دیں گے۔ چونکہ وہ اسے بھی ساحر اور مفتری قرار دیں۔ مگر اسلئے اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ ان مخالفین کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بتاتا ہے۔ مگر درحقیقت جھوٹا اور مفتری وہ سب سے بڑھ کر ظالم ہوتا ہے۔ اور جب وہ سب سے بڑھ کر ظالم ہوگا تو وہ یقیناً ظالموں والی سزا سے بچ نہیں سکے گا۔ اس کی تباہی اور ہلاکت یقینی ہے۔ بس اس ہلاکت سے بچا رہنا اسکی صداقت کی دلیل ہوگا۔ خدا تعالیٰ کسی مفتری کو کبھی چھوڑ نہیں سکتا چہ جائیکہ وہ بھی ڈبل مجرم کو چھوڑ دے۔

(۴) ایک اور لحاظ سے بھی اس امر کا سمجھنا آسان ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اس امر کو مان کر بھی کہ اسمہ احمد اور ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق والی آیات حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے آج سے پونے چودہ سو سال قبل پوری ہو چکی ہیں۔ تو بطور پیشگوئی قرآن کریم میں رکھی گئی ہیں ان کو قرآن کریم میں اسلئے رکھا گیا ہے کہ ایک طرف تو ان کا پورا ہونا حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت کا ثبوت ہو اور دوسری طرف وہ آئندہ کیلئے پیشگوئی کا کام بھی دیں۔ پس گویا یہ باتیں آنحضرت صلعم کے ذریعہ سے پوری ہو چکی ہیں پھر بھی اپنے اندر پیشگوئی کا رنگ رکھنے کی وجہ سے ان میں ایک اور رسول کی آئندہ بعثت کی خبر دی گئی ہے اور واقعات قرآنیہ کے پیشگوئی ہونے سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ اس امر کا ذکر بار بار جناب مولوی محمد علی صاحب نے اپنی تفسیر میں کیا ہے اور اخبار پیغام صلح نے بھی گذشتہ دنوں اسے دہرایا تھا۔

بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسمہ احمد والی پیشگوئی نیز ھو الذی ارسل رسولہ والی آیات میں رسول سے مراد اپنے آپ کو ہی لیا ہے اور اسے مخالفین کے سامنے پیش کر کے اپنی صداقت کا ثبوت قرآن کریم سے پیش فرمایا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ بعض دوست ایک لمبا عرصہ تک ان امور کو ماننے کے بعد ان سے نہ صرف خود روگردانی اختیار کر رہے ہیں بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی ان کی طرف سے غافل رکھنا چاہتے ہیں اور اس طرح وہ حضرت اقدس علیہ السلام کی صداقت پر پردہ ڈال کر نہ صرف دنیا کو اس سے محروم کر رہے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

منقولات

بمبئی کے اخبارات میں ڈاکٹر عبد السلام کا ذکر خیر

سائنس کی ترقی اسلام کے منافی نہیں آج مسلمان ترقی کر سکتے ہیں

برطانیہ کے مسلمان ڈیلیگیٹ ڈاکٹر عبد السلام کی تقریر

بمبئی۔ ۷ ر جنوری (اسٹاف رپورٹر) سائنس کی ترقی اسلام کے اصولوں کے خلاف قطعاً نہیں ہے۔ چنانچہ پندرھویں صدی عیسوی تک سائنسی غور و فکر پر مسلمانوں کا قبضہ رہا۔ اور وہ دنیا پر چھائے ہوئے رہے۔ جب انہوں نے سائنس کو چھوڑ دیا تو یورپ کی قوموں نے اسے اپنا لیا۔ اور ترقی کرتے رہے جس کے نتیجہ میں وہ آج تک دنیا پر اور عالمی ذکر دنیا پر چھائے ہوئے ہیں:۔

یہ باتیں امپیریل کالج لندن کے شعبہ ریاضیات کے صدر اور رائل سوسائٹی آف لندن کے پہلے پاکستانی مسلمان ممبر ڈاکٹر عبد السلام نے جو ہندوستانی سائنس کانگریس کے اجلاس کے سلسلے میں آج کل یہاں آئے ہوئے ہیں۔ آج رات احمدیہ مسلم مشن لائبریری کلب بینک روڈ میں ایک ضیافتی تقریب میں تقریر کرتے ہوئے کہیں جلسہ کی صدارت احمدیہ مسلم مشن کے انچارج جناب سمیع اللہ صاحب نے کی۔

اسلام اور سائنس کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر عبد السلام نے کہا کہ سائنس ایک زمانہ مسلمانوں کا حق تھا۔ انہوں نے یونانیوں سے بہت کچھ لیا تھا۔ اور اس میں خود بھی بہت کچھ اضافہ کیا تھا۔ ترکوں کے دور میں بھی مسلمان اپنے وقت کے بڑے سائنس دان اور ٹکنالوجسٹ تھے۔ جس کی مدد سے وہ اپنے سمندری بیڑے اور گولہ بارود میں نت نئی جدتیں کیا کرتے تھے۔ اور یورپ کی قومیں ان سے خوف زدہ رہا کرتی تھیں۔ آج اس کے برعکس یورپ سائنس پر پوری طرح چھایا ہوا ہے۔ اور مسلمان پیچھے ہیں۔

انہوں نے اپنے انگلستان اور پاکستان کے درس و تدریس کے تجربے کا حوالہ دیتے ہوئے پورے وثوق کے ساتھ کہا کہ پاکستان اور ہندوستان کے طلبہ کی صلاحیتوں اور انگلستان کے طلبہ کی صلاحیتوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور بتایا کہ اگر پوری قوم نے وقت کی اس ضرورت پر توجہ کی تو وہ دن دور نہیں جب مسلمان بھی پہلے کی طرح سائنس کے میدان میں نہ صرف زمانہ سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ بلکہ باقی دنیا کی رہنمائی کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

باقی دنیا میں سائنس کی ترقی اور ہندوستان، پاکستان میں اس کے موجودہ صورت حال کا مقابل کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ سائنس میں کام دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک نظریاتی اور دوسرے عملی۔ نظریاتی کام ایک مقررہ راستے پر ہوتے ہیں۔ اور آدمی غور و فکر سے نئے خیالات پیش کرتا ہے۔ جو خدا کی دین ہوتے ہیں۔ یہ ایک طرح کا الہام ہے۔ اور فرانس کے ایک مشہور سائنسدان کا قول ہے کہ ”قسمت کی دیوی انہی لوگوں پر مہربان ہوتی ہے جو پہلے سے تیار ہوتے ہیں۔“ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ یہ خدا کی دین جب یہودی اور عیسائی سائنس دانوں کو نصیب ہوتی ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ یہ مسلمانوں کو نصیب نہ ہو۔

انہوں نے بتایا کہ نظریاتی سائنس میں ہندوستان اور پاکستان میں اچھے سائنس دان موجود ہیں۔ البتہ عملی سائنس میں سوائے سر سی۔ وی۔ رامن اور کرشنن کے کسی بھی سائنس دان نے کوئی ٹھوس کام نہیں کیا ہے۔ پھر بھی امید ہے کہ آئندہ بیس سال میں اس میدان میں ہمارے ملکوں کی حالت سدھر جائے گی

روسی سائنسدانوں کی تعریف

کے جواب میں ڈاکٹر عبد السلام صاحب نے جو مغربی یورپ، امریکہ اور روس کی سیاحت کر چکے ہیں کہا یہ بات بالکل غلط ہے کہ روسی سائنسدان جرمنوں سے مدد لیتے ہیں۔

انہوں نے اپنے ذاتی مشاہدہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ سوویٹ یونین میں سائنس کے میدان میں جو بھی کام ہو رہا ہے۔ وہ روسیوں کا اپنا کارنامہ ہے اور وہاں ایک بھی جرمن موجود نہیں ہے۔ اس قوم کا کمال یہ ہے کہ اس نے مختصر سے عرصہ میں بڑی زبردست ترقی کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ روس کبھی بھی سائنسدانوں سے خالی نہیں رہا ۱۹۱۴ء میں بھی وہاں سائنسدان تھے اور ۱۹۲۱ء میں سوویٹ حکومت نے پچھلے ۲۵ سال میں سائنسدانوں کی تعداد میں بہت اضافہ کر دیا ہے۔ اس کے لئے وہ سائنسدانوں کو بڑے بڑے انعامات دیتے ہیں۔ اور ان کے کام کرنے کے حالات اچھے کر دیئے ہیں۔

مثال کے طور پر سوویٹ اکیڈمی آف سائنس کے پریزیڈنٹ کی تنخواہ سوویٹ یونین کے تمام بڑے سے بڑے عہدوں کی تنخواہ سے بھی زیادہ ہے یعنی وزیر اعظم خروشچیف اور صدر وار شلوف کی تنخواہوں سے بھی زیادہ ہے اس کے نتیجہ میں وہاں بچہ بچہ جانتا ہے کہ اگر اسے ملک کی سب سے بڑی تنخواہ لینا ہے تو سائنسدان بننا چاہیئے۔ اس کا دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ جیٹ طیاروں میں نہایت معمولی چیز سمجھے جاتے ہیں جبکہ لندن کے ہوائی اڈے پر ان طیاروں کی سروس حال ہی میں شروع کی گئی ہے۔ اور اس کے آغاز کی بڑی دھوم دھام مچائی گئی ہے۔ میں جب ماسکو پہنچا تو میں نے وہاں دو سو جیٹ طیارے تاشقند اور دیگر مقامات کو جانے کے لئے تیار کھڑے ہوئے دیکھے۔ یہ بات روس کی آئندہ تاریخ کی ضامن ہے۔

یورپ میں اسلام

ممالک عالم میں اسلامی تبلیغ کی رفتار پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر عبد السلام نے کہا کہ انگلستان میں ہندوستان یا پاکستان کے مسلمانوں کا حال کچھ اچھا نہیں اور انگریزوں کا سوشل اخلاق مسلمانوں کے اخلاق سے بہت بلند ہے۔ اس لئے ان میں تبلیغ کرنا بہت مشکل ہے۔ اس کی بہ نسبت یورپ میں اسلامی اور قرآنی تعلیم کا چرچا زیادہ ہے۔ ہالینڈ، جرمنی اور سوئٹزرلینڈ میں مسلمانوں کی رفتار ترقی ٹھیک ہے۔ البتہ امریکہ کے حبشی باشندوں میں جن کی تعداد کل آبادی کے دس فیصدی کے برابر ہے۔ اسلام کا چرچا کافی زبردست ہے۔ ان میں۔ ان میں ایک مسلمان ولی بھی پیدا ہو چکا ہے جو ولی ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے اور اسلام قبول کرنے کے بعد حبشیوں کی حیثیت بدل جاتی ہے جس طرح کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں غلاموں کی حالت بدل جایا کرتی تھی۔ حبشیوں کی اخلاقی حالت بھی بہت گری ہوئی ہے۔ وہ بلا کے کبابی شرابی ہوتے ہیں اور اسلام قبول کرنے کے بعد وہ یکسر بدل جاتے ہیں۔

اردو میں سائنس کی تعلیم

ڈاکٹر صاحب نے آخر میں سوالات کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ اردو میں سائنس کی تعلیم کا کام آسانی سے ہو سکتا ہے یہ کام اب تک جاری ہوا ہے یعنے حیدر آباد میں یہ سخت غلطی کی گئی ہے کہ سائنسی اصطلاحوں کا بھی ترجمہ کر دیا گیا ہے اور اب یہی غلطی پاکستان میں کی جا رہی ہے۔ اسکے برعکس روسیوں نے اصطلاحیں انگریزی ہی میں اختیار کریں تو دیکھتے دیکھتے روسی زبان سائنس کی زبان بن گئی۔

ابتداء میں صدر جلسہ جناب سمیع اللہ صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی۔ اور بتایا کہ ۳۳ سال کی مختصر عمر میں انہوں نے نمایاں ترقی

[illegible]

بجٹ لازمی چندہ جات کے متعلق

احباب جماعت عہدیداران مال اور مبلغین صاحبان کی ذمہ داری

سلسلہ کے جملہ تبلیغی، تعلیمی، تربیتی اور تنظیمی کاموں کی سرانجام دہی کا انحصار بیت المال کے ذرائع آمد پر منحصر ہے۔ جن کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے موجودہ زمانہ کی ضروریات کے پیش نظر چندوں کی شرح مقرر ہے اور اس کم از کم شرح چندہ کی ادائیگی کو جملہ احمدی دوستوں پر لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اور ایسے دوست جو جماعت احمدیہ میں داخل ہو کر دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے وعدہ بیعت کے باوجود متواتر چھ ماہ تک لازمی چندوں کی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں دیتے ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت سے خارج قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضور ارشاد فرماتے ہیں:۔

"میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان ایک ہی دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وہ اپنا مال صرف اس مال کو نہیں سمجھتا جو اس کے صندوق میں بند ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام خزانوں کو سمجھتا ہے۔ اور امساک سے دور ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ روشنی سے تاریکی دور ہو جاتی ہے ...... مجھے خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ میرا ان ہی سے پیوند ہے جو امانت اور نصرت میں مشغول ہیں۔ مگر بہتیرے ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں ...... تم دو چیزوں سے محبت نہیں کر سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے۔ اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا۔ تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا۔ جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہیئے۔ تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا .... اگر تم اس قدر خدمت بجا لاؤ کہ اپنی غیر منقولہ جائیداد کو اس کی راہ میں بیچ بھی دو پھر بھی ادب سے دور ہے کہ تم خیال کرو کہ ہم نے کوئی خدمت کی ہے۔"

چندوں کی معیاری قربانی کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

"جماعت احمدیہ بے شک چندے دیتی ہے۔ لیکن صحابہ کرام والا انفاق اور تقاوہ تو کوشش کر کے اپنے عزت لاتے تھے جب تک اسی طرح انفاق نہ ہو ترقی ممکن نہیں ہوا کرتی۔ اصل انفاق وہ ہے جو طبعی ہو اور جس میں کسی شہرت وغیرہ کا خیال نہ ہو۔ جو انفاق طبعی ہو گا ظاہر ہے۔ کہ اس سے طبیعت کو ابھارنا نہیں پڑے گا۔ بلکہ اس کے ظہور کو بعض دفعہ روکنے کی ضرورت محسوس ہو گی۔ جب احمدیہ جماعت میں یہ مادہ پیدا ہو جائے گا۔ اور انہیں اپنے آپ پر خرچ کرنے کے لئے نفس پر بوجھ ڈالنا پڑے گا اور دین کی راہ میں خرچ کرنا طبعی نظر آئے گا۔ تب ان کے لئے ترقیات کے راستے کھلیں گے۔"

مالی فرائض کی سرانجام دہی کے متعلق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مندرجہ بالا ارشادات کسی وضاحت کے محتاج نہیں ہیں۔ اگر جماعت کے تمام دوست ان ارشادات کے مطابق اپنی مالی ذمہ داری کا احساس کر کے مالی قربانیوں میں اپنا قدم آگے بڑھائیں۔ تو در اصل اس میں ان کا اپنا ہی فائدہ ہے کیونکہ جو شخص خدا تعالیٰ کے لئے اپنے اوپر تنگی وارد کرتا ہے خدا تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی مشکلات کو دور کرنے کی ذمہ داری خود لے لیتا ہے۔

صدر انجمن احمدیہ قادیان ہر مالی سال شروع ہونے سے قبل اپنے متوقع بجٹ آمد و خرچ کے مطابق اخراجات کو جاری رکھتی ہے۔ اگر احباب جماعت کی طرف سے متوقع بجٹ کے مطابق چندوں کی آمد نہ ہو اور اخراجات ہوتے رہیں۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ یا تو انجمن کو مقروض ہونا پڑے گا اور یا پھر سلسلہ کے ضروری کاموں کو بند کرنا پڑے گا۔ اور یہ ہر دو صورتیں ایسی ہیں جو جماعتی ترقی کے راستے میں روک اور نقصان کا موجب ہیں۔

موجودہ مالی سال کے پہلے آٹھ ماہ کے تدریجی بجٹ اور اس کے مقابل پر اصل آمد چندہ جات کی پوزیشن کا جائزہ لینے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان کی متعدد جماعتیں ایسی ہیں۔ جنہوں نے اپنے بجٹ آمد کو سو فی صدی پورا نہیں کیا۔ اور جن کی وصولی متوقع آمد کے مقابل پر تا حال بہت کم ہوئی ہے۔

موجودہ مالی سال کے ختم ہونے میں اب صرف تین ماہ باقی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ احباب جماعت اور عہدیداران مال اپنے اپنے حساب کا جائزہ لیں اور جس قدر کمی ان کے چندوں کی ادائیگی میں رہ گئی ہو اس کو پورا کرنے کی طرف عملی قدم اٹھائیں۔ تا آئندہ سہ ماہی میں وہ گذشتہ کوتاہی کی تلافی کر سکیں۔ نیز جملہ مبلغین صاحبان کی خدمت میں بھی گذارش ہے کہ وہ بھی مالی تحریک کے کام کو اپنے فرائض کا ایک اہم حصہ سمجھتے ہوئے اس کی طرف موثر رنگ میں توجہ کر کے تعاون فرما دیں اور اپنے حلقہ کی جماعتوں کی وصولی کا جائزہ بھی لیں۔ اور جہاں وصولی بجٹ کے مطابق نہ ہو رہی ہو وہاں حسب حالات توجہ دے کر اصلاح کی کوشش فرما دیں۔

امید ہے کہ جملہ احباب جماعت اور مبلغین صاحبان سلسلہ کے مالی فرائض کی طرف توجہ دے کر فرض شناسی کا ثبوت دیں گے۔ اور عند اللہ ماجور ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

اظہار تشکر

میری ہمشیرہ سیدہ ثروت النساء صاحبہ بنت حضرت مولوی سید اختر الدین احمد مرحوم رضی اللہ عنہ کی اچانک وفات پر احباب جماعت کی طرف سے اظہار ہمدردی کے سلسلہ میں بہت سے خطوط موصول ہوئے ہیں جو میرے اس تبلیغی سفر میں باعث صد اطمینان ثابت ہوئے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اپنی طرف سے اور عزیزان غلام مہدی ناصر مبلغ سلسلہ اور سید غلام ہادی سلمہ کی طرف سے بھی اظہار تشکر کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اُن سب بہی خواہان کو اجر جزیل عطا فرما دے اور مرحومہ کو مقام قرب عطا فرما دے۔ آمین۔

یہ امر بھی قابل صد افسوس ہے کہ انہی چند دنوں کے اندر مکرم سید عبد المشکور صاحب، مکرم سید ضیاء الدین صاحب اور مکرم سید زین العابدین صاحب یکے بعد دیگرے راہی ملک بقاء ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ ان مرحومین کو مغفرت بخشے اور پسماندگان کو صبر اور جماعت احمدیہ سونگڑہ کو نعم البدل افراد جماعت سے نواز دے۔ احباب سے عاجزانہ درخواست دعا ہے۔

خاکسار سید بدر الدین احمد عفی عنہ
امیر جماعت احمدیہ سونگڑہ نزیل صوبہ آندھرا۔

خبریں

نئی دہلی ۲۵ جنوری۔ راشٹرپتی ڈاکٹر راجندر پرشاد نے بھارتی جمہوریہ کی دسویں سالگرہ کے موقعہ پر آج قوم سے خطاب کرتے ہوئے دیش واسیوں سے ملک کے تحفظ کے لئے چوکس اور مستعد رہنے کی اپیل کی ہے۔ آپ نے چین کے جارحانہ رویہ کی مذمت کرتے ہوئے کہا۔ کہ بھارت تمام جھگڑے پُر امن طور پر نپٹانے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ مگر کسی قوم کو اپنی آزادی کے تحفظ کی خاطر مستقل طور پر چوکس رہنا بڑا ضروری ہے۔ آپ نے کہا۔ بھارتی جمہوریہ کی دسویں سالگرہ میں اپنے ہموطنوں کو شبھ کامنائیں پیش کرتا ہوں۔ ہر سال اس پُر مسرت موقع پر ہم ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اور قوم کی حالت، ملک کی ترقی پذیر اقتصادی حالت اور مسائل کا جائزہ لیتے ہیں۔ ملک کی تعمیر۔ شہری ملکہ قوم کے تمام وسائل کو ہم اس نظریئے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بروئے کار لا رہے ہیں کہ ہم اپنے ملک میں ایک ایسی خوشحال ریاست کا قیام عمل میں لائیں جس میں ہر شہری کو ضروریات زندگی کے حصول کا یقین ہو۔ اور وہ معقول طور پر زندگی بسر کر سکے۔

نئی دہلی ۲۵ جنوری۔ وزیراعظم پنڈت نہرو نے آج آل انڈیا بزنس مین کنوینشن رہبر یا یوما کی کنونشن میں تقریر کرتے ہوئے اُن پر زور دیا کہ وہ ملک کو درپیش اقتصادی مسائل کے تئیں ایسا طریقہ اپنائیں جس سے اقتصادی آزادی کے قومی آدرش کے حصول کے لئے تیز رفتاری سے کام ہو سکے۔ اور اس کے ساتھ ہی عوام پر بوجھ کم ہو جائے۔ ایشیا اور دنیا کے کم ترقی یافتہ اور پسماندہ ممالک کے لئے پرانے اقتصادی اصول اور نظریئے سازگار نہیں ہیں۔ اس لئے ہمیں حقیقت پسندانہ انداز نظر اپنانا چاہیئے۔

چنڈی گڑھ ۲۵ جنوری۔ روس کے صدر مارشل وارشلوف بذریعہ ہوائی جہاز آج صبح دہلی سے چنڈی گڑھ پہونچے۔ تو ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ گورنر پنجاب شری گیڈگل۔ مکھیہ منتری شری کیروں دیگر صوبائی وزراء، سپیکر اور اعلیٰ حکام نے اُن کا استقبال کیا۔ اس کے بعد مارشل وارشلوف نے گارڈ آف آنر کا معائنہ کیا۔ ہوائی اڈہ پر خاص طور پر تعمیر کردہ چبوترہ سے تقریر کرتے ہوئے مارشل وارشلوف نے کہا کہ روسی اور بھارتی دونوں ہی امن کے خواہاں ہیں۔ تاکہ وہ خوشی اور خوشحالی کے ساتھ پُر امن طور پر کام کر سکیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ ہر امن پسند دیشوں کی دوستی جتنی مضبوط ہوگی اتنا ہی امن پائیدار ہوگا اور اس کے نتیجہ میں انسانیت کا مستقبل شاندار ہو جائے گا۔ وہ گورنر کے استقبالیہ ایڈریس کا جواب دے رہے تھے۔

نئی دہلی ۲۵ جنوری۔ پردھان منتری پنڈت نہرو نے آج فزیشنوں، ڈاکٹروں اور انڈین ایسوسی ایشن اور پیسٹ ڈیزیز کی مشترکہ میٹنگ میں تقریر کرتے ہوئے تمام لوگوں کو مفت ڈاکٹری امداد مہیا کرنے کے سلسلہ میں کارروائی کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ اور خواہ ڈاکٹری امداد حاصل کرنے کا طریقہ کچھ بھی ہو۔ اس کی کامیابی کے لئے ڈاکٹری پیشہ اصحاب کا تعاون ضروری ہے۔ اس کانفرنس میں جو کہ پانچ روز جاری رہے گی۔ پانچسو ڈیلیگیٹ حصہ لے رہے ہیں۔ سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے کہا وہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جو ڈاکٹری پاس کرتے ہیں وہ کم از کم ایک سال یا زیادہ اُن علاقوں میں لوگوں کو طبی امداد بہم پہنچائیں جہاں ایسی سہولت کا فقدان ہو۔

نئی دہلی ۲۵ جنوری۔ راشٹرپتی ڈاکٹر راجندر پرشاد نے آج مختلف صوبوں کے ۱۷ ٹیچروں کو جن میں چار استانیاں بھی شامل تھیں۔ اعلیٰ خدمات کے اعتراف کے طور پر قومی اعزاز اس موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے راشٹرپتی نے ٹیچروں کی سوشل اور اقتصادی پوزیشن بلند کرنے پر زور دیا اور کہا پڑھانا افضل ترین پیشہ ہے اور بچوں کی موزوں تعلیم و تربیت کے بغیر کوئی ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ مرکزی اور صوبائی سرکاروں نے ٹیچروں کی حالت سدھارنے اور ان کے تنخواہوں کے سکیل کو بہتر بنانے کے لئے جو کچھ کیا ہے وہ کافی نہیں ہے۔ اسے نہ تسلی بخش کہا جا سکتا ہے نہ مؤثر آپ نے کہا ٹیچروں کو بہتر تنخواہ کے علاوہ اپنے بچوں کی تعلیم اور ڈاکٹری سہولیت کی صورت میں مراعات ملنی چاہیئیں۔

کراچی ۲۵ جنوری۔ پاکستان کے وزیر خارجہ مسٹر منظور قادر نے کہا ہے کہ پاکستان میں اس سال کے آخر تک انتخابات پارلیمنٹ قائم ہو جائے گی۔ اگلے روز صدر ایوب نے ڈھاکہ میں بتایا تھا کہ اس پارلیمنٹ میں ڈیڑھ سو کے قریب ممبر شامل ہوں گے موجودہ آثار بتاتے ہیں کہ اس پارلیمنٹ کو بنیادی جمہوریتوں کے ۸۰ ہزار نمائندے منتخب کریں گے۔

سرینگر ۲۵ جنوری۔ لداخ کے سرحدی علاقوں میں آمد و رفت کی سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے ۵۰۰ میل لمبی سڑکیں تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ لین پی سے اکھنڈ سڑک جوشل کے درمیان ۱۲۵ میل لمبی ہوگی۔ لداخ اور کلو وادی کے درمیان بھی عمدہ سڑک تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے نیا پروگرام مکمل ہونے پر سرینگر اور لیہ کے درمیان براہ راست رابطہ قائم ہو جائے گا۔ لیہ اور گار گل کی سڑک اسی جولائی میں ٹریفک کے لئے مکمل ہو جانے کا امکان ہے۔ چینی فوجوں نے شمال مشرقی لداخ میں جو جارحانہ اقدامات کئے ہیں ان کی وجہ سے بھارت سرکار لداخ کے سرحدی علاقوں میں عمدہ سڑکیں تعمیر کرنے پر فوری توجہ دے رہی ہے۔

واشنگٹن ۲۴ جنوری۔ نیشنل پلاننگ ایسوسی ایشن نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ ایک درجن ممالک جن میں ہندوستان، چین، جاپان اور ویسٹ جرمنی بھی شامل ہیں۔ یہ اہلیت رکھتے ہیں کہ وہ مستقبل قریب ہی میں ایٹمی ہتھیار بنانا شروع کر دیں۔ امریکہ کی یہ ایسوسی ایشن *

* پلاننگ کمیٹی ایک غیر سیاسی پارٹی ہے۔ اس کا منافع کمانے کا کوئی مقصد نہیں ہے

لکھنؤ ۲۷ جنوری۔ ہمدیش سرکار نے آج اشارۃً بتایا کہ ۱۰ فروری کے آغاز میں لکھنؤ یونیورسٹی کھل جائے گی۔

جلسہ سالانہ ربوہ کے کوائف (بقیہ صفحہ اوّل)

ہوا۔ تضرع اور الحاح کے ساتھ دعا کرتے ہوئے ان کی چیخیں نکل رہی تھیں ۲½ منٹ تک یہ دعا جاری رہی۔

چنانچہ احباب جماعت کی دعاؤں کو خدا تعالیٰ نے قبول فرمایا اور جلسہ کے تیسرے روز مورخہ ۲۴ جنوری کو سہ ۲½ بجے کے قریب حضور جلسہ گاہ میں تشریف لائے اور سوا تین بجے تک حضور نے احباب جماعت سے خطاب فرمایا۔ خطبہ میں سب سے پہلے تو حضور نے اس سال شائع ہونے والی تفسیر کبیر کی نئی جلد کے زیادہ سے زیادہ خریدنے خود مطالعہ کرنے اور دوسروں کو مطالعہ کے لئے دینے کی تحریک فرمائی اور فرمایا احباب کو اس جلد میں تمام اُن اعتراضات کے جوابات مل جائیں گے جو عام طور پر مخالفین کی طرف سے جماعت پر کئے جاتے ہیں۔ اور جماعت کے متعلق پھیلائی جا بیشتر غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جائے گا۔

حضور نے وقف جدید کے وسیع کام کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس کام کو پاکستان اور ہندوستان دونوں جگہ وسعت دینے کی ضرورت ہے تا دونوں ملکوں سے جلد از جلد جہالت دور کر کے ملک واسیوں کو حقیقی روحانیت سے روشناس کرایا جا سکے۔ اس تقریر میں بھی حضور نے تبلیغ اسلام کے فریضہ کو زیادہ توجہ کے ساتھ ادا کرنے کی تاکید فرمائی۔ اور حسب الارشاد حاضر الوقت تمام احباب جماعت نے تبلیغ اسلام کے بارہ میں دو دفعہ عہد دہرایا۔ حضور نے جماعت کے تمام دوستوں کو اس بات کی تلقین فرمائی کہ وہ دنیا میں نیکی کے قائم کرنے کی کوششوں کو قیامت تک جاری رکھیں۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے حضور نے ہندوستان کا متعدد بار ذکر فرمایا۔ اور فرمایا کہ یہ وہ ملک ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں روحانیت کے لئے چُن لیا۔ خدا کرے کہ ہندوستان کے رہنے والوں کو سب سے پہلے حقیقی خدا کی طرف رجوع کرنے اور سچی روحانیت کے لئے محمد رسول اللہ کے جھنڈے تلے جمع ہونے کی توفیق ملے۔ بالآخر حضور نے اجتماعی دعا فرمائی اور احباب جماعت کو واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمائی ——— کار میں سوار ہوتے وقت حضور نے ایک آدمی کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ احباب جماعت الفضل خرید کر مطالعہ کرتے رہیں اور سلسلہ کے حالات سے آگاہ رہیں۔